لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

African American Parade, New York

Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

DEPARTMENT OF SANAT O TIJARAT

MAJLIS KHUDDAM UL AHMADIYYA, USA

IMPORTANCE OF WORKING

Throughout our decisions on regards to career choices, and our searches for jobs, it is important that we are thankful to Allah for any and all opportunities that He may bless us with. We must also keep in mind our obligations to our families, our Jamaat, and our communities.

"And in their wealth was a share for those who asked for help and for those who could not." Surah Al-Dhariyat v. 20

O' Allah, I seek Your protection against the lack of means and laziness; I seek Your protection against cowardice and miserliness; I seek Your protection against being overwhelmed with debt and ill-treatment from people. O Allah, make Your lawful things sufficient for me and save me from your unlawful things. And through Your mercy, make me independant of everything other than You.'
Prayer of the Holy Prophet Muhammad(SAW)
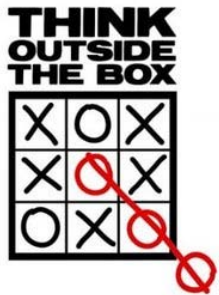
THINK OUTSIDE THE BOX

Think about and research career possibilities throughout the world. Companies in Europe, the Middle East, Africa and Asia are working hard to attract top talent from the U.S. as they try to create new markets and grow their economies.
For more info on International Job Searches please visit the following websites.
www.Indeed.com
www.SimplyHired.com

STARTING A BUSINESS

Starting your own business is an option to be explored, but much research must be done, and certain questions have to be asked in preparation for starting a business.

What are some Pros/Cons of starting a business?
What types of funding are available?
What type of business should I start?
How do I prepare a business plan?
What causes a business to fail?
Please visit www.ahmadiyya.us for more small business info.

TECHNICAL TRADES

Do you like physical work, or working with your hands? A Technical Trade may be for you. Technical trade schooling generally takes two years or less, and many Technical Schools help with job placement upon completion. For a listing of technical schools throughout the U.S.
please visit www.rwm.org/rwm

RESUME BUILDING

When it comes to job interviews, it is said that you should look your best.
In actuality, your best look begins with your Resume. Your Resume is that important first step in your job search.

Here are a few references to help put your best foot forward on that first step.
www.resumetemplates.org
www.career-advice.monster.com
www.resume-help.org

GREEN JOBS

As the world population increases, and technology continues to bring humanity closer, we have to think of different ways to work towards preserving the Earth's resources for future generations. Green Careers do just that. Green Careers provide a new and exciting oppurtunity to choose a career path in which we are able to preserve the Earth's resources, but in turn to serve humanity. Our Khalifa has encouraged us to explore this field of study and career path thru agriculture and re-usable energies. Here are a few references in regards to Green Jobs.
www.greenjob.com
www.greencareersguide.com
www.greenforall.org

Top Jobs 2011

1. Software Engineer
2. Mathematician
3. Actuary
4. Statistician
5. Computer Systems Analyst
6. Meteorologist
7. Biologist
8. Historian
9. Audiologist
10. Dental Hygienist

Top Jobs Without A College Degree

1. Truck Driver
2. Event Organizer
3. Repair Professional
4. Auto Mechanic
5. Writer And Journalist
6. Online Jobs

For scholarship opportunities,
please visit the Amoor-e-Tulba(Student Affairs) page on the MKA website at.
www.mkausa.org/Amoore-Tulba/Amoor-e-Tulba

Green Jobs

1. Solar Installation
2. Building Retrofitting
3. Wind Turbine Installation
4. Mass Transit
5. Electric Car Manufacturing

For more information and assistance with job searches and career advice please visit the MKA Sanat-o Tijarat web page to view our Resource Directories at http://mkausa.org/Sanato-Tijarat/Sanat-o-Tijarat

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

النــــور

(2:258)

اکتوبر 2011

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ
مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ
اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَہُمۡ عَنۡ دُعَآئِہِمۡ غٰفِلُوۡنَ ۝

(الاحقاف :6)

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا اُسے پکارتا ہے جو قیامت تک اُسے جواب نہیں دے سکتا۔ اور وہ تو اُن کی پکار ہی سے غافل ہیں۔

{700 احکام خُداوندی صفحہ 63}

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ O

(البقرۃ:204)

اور (ان) مقررہ دنوں میں اللہ (تعالیٰ) کو یاد کرو۔ پھر جو شخص جلدی کرے (اور) دو دنوں میں (ہی واپس چلا جائے) تو اُسے کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اُسے (بھی) کوئی گناہ نہیں (یہ وعدہ) اُس شخص کیلئے ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور تم اللہ (تعالیٰ) کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور جان لو کہ (ایک دن) تم سب کو اکٹھا کر کے اُس کے حضور لے جایا جائے گا۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ :

اس آیت میں جن مقررہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا خصوصیت کے ساتھ حکم دیا گیا ہے وہ ایام تشریق ہیں یعنی 13,12,11 ذوالحجہ یا ایامِ منیٰ ہیں جو دسویں تاریخ سے شروع ہوتے ہیں اور 13 کو ختم ہو جاتے ہیں۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ فرماتا ہے جو شخص جلدی کرے اور دو دنوں میں ہی واپس چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ دراصل دسویں ذوالحجہ کے بعد رمی الجمار کے لئے تین دن رکھے گئے ہیں۔ مگر اجازت ہے کہ کوئی شخص دو دن کے بعد بھی لوٹ آئے۔۔۔۔

حج بیت اللہ کی ایک غرض شعائر اللہ کا احترام اور ان کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم کرنا ہے۔ شعائر اللہ کے لفظ سے ظاہر ہے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ہیں۔ چونکہ دنیا میں کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا ذہن صرف ظاہر سے باطن کی طرف منتقل ہوا کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ میں اُن کے سامنے ایسے نشانات رکھ دیئے جو خدا تعالیٰ کو یاد دلانے اور اسکی محبت دلوں میں تازہ کرنے والے ہیں۔ حج دراصل اس عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ کرتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو بیت اللہ کے قریب ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں چھوڑ کر سرانجام دی تھی بعض لوگ غلطی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ وہ اپنے بچے حضرت اسمٰعیلؑ کی گردن پر چُھری پھیرنے کیلئے تیار ہو گئے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس کی یادگار حج کی صورت میں قائم کر دی۔ حالانکہ اگر یہ درست ہوتا تو چونکہ یہ واقعہ شام میں ہوا تھا اس لئے حج کا اصل مقام شام ہوتا نہ کہ حجاز اور لوگ وہاں جمع ہو کر خدا تعالیٰ کی یاد کرتے اور کہتے ابراہیمؑ نے کس قدر قربانی کی تھی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے حج کیلئے مکّہ مکرّمہ کو چُنا اور منیٰ اور مزدلفہ اور عرفات میں جانا اور وہاں مناسک حج بجالانا ضروری قرار دیا۔ پس میرے نزدیک حج کا تعلق آپکا چُھری پھیرنے کیلئے تیار ہو جانے والے واقعہ سے نہیں بلکہ اس واقعہ سے ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایک ایسی وادی میں لا کر پھینک دیا۔ جہاں پانی کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔ اور کھانے کیلئے ایک دانہ تک نہ تھا۔ جب انسان حج کیلئے جاتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ آجاتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرنے والے بچائے جاتے ہیں۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ غیر معمولی عزت دیتا ہے۔ اور حج کرنے والے کے دل میں بھی خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی اور اس کی ذات پر یقین ترقی کرتا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو اس گھر میں دیکھ کر جو ابتدائے دنیا سے خدا تعالیٰ کی یاد کیلئے بنایا گیا ہے ایک عجیب روحانی تعلق اُن لوگوں سے محسوس کرتا ہے جو ہزاروں سال پہلے سے اس روحانی

سلک میں پروئے چلے آتے ہیں۔۔۔ بیت اللہ کے گرد چکر لگاتے وقت جب انسان دیکھتا ہے کہ ہزاروں لوگ اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں اور ہزاروں ہی اس کے گرد نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ تو اُس کے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ میں دنیا سے کٹ کر خدا تعالیٰ کی طرف آ گیا ہوں۔ اور میرا بھی اب یہی کام ہے کہ میں اُس کے حضور سربسجود رہوں۔ پھر سعی بین الصفا والمروۃ میں حضرت ہاجرہؓ کا واقعہ انسان کے سامنے آتا ہے اور اُس کا دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ انسان اگر جنگل میں بھی خدا تعالیٰ کے لئے ڈیرہ لگا دے تو خدا تعالیٰ اُسے کبھی ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ اُس کے لئے خود اپنے پاس سے سامان مہیا کرتا اور اُسے معجزات اور نشانات سے حصہ دیتا ہے۔ پھر وہاں جتنے مقام شعائر کا درجہ رکھتے ہیں اُن کے بھی ایسے نام رکھ دیئے گئے ہیں کہ جن سے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً سب سے پہلے لوگ منیٰ میں جاتے ہیں یہ لفظ اُمْنِیَّۃ سے نکلا ہے جس کے معنے آرزو اور مقصد کے ہیں۔ اور اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ لوگ اس جگہ محض خدا کو ملنے اور شیطان سے کامل نفرت اور علیحدگی کا اظہار کرنے کیلئے جاتے ہیں۔ پھر عرفاتؔ ہے۔ جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اب ہمیں خدا تعالےٰ کی پہچان اور اُس کی معرفت حاصل ہوگئی ہے اور ہم اُس سے مل گئے ہیں۔ اس کے بعد مزدلفہ ہے جو قرب کے معنوں پر دلالت کرتا ہے اور جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ وہ مقصد جس کی ہم تلاش کر رہے ہیں وہ ہمارے قریب آ گیا ہے۔ اسی طرح مشعر الحرام جو ایک پہاڑی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مخلصانہ عقیدت اور ابراہیمؑ کے جذبات ہمارے دلوں میں پیدا کرتی ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص طور پر دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ پھر مکہ مکرمہ ایسی جگہ ہے جہاں سوائے چند درختوں اور اذخر گھاس کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ ہر جگہ ریت ہی ریت اور کنکر ہی کنکر ہیں۔ اور کچھ چھوٹی چھوٹی گھاٹیاں ہیں غرض وہ ایک نہایت ہی خشک جگہ ہے نہ کوئی سبزہ ہے نہ باغ دنیا کی کشش رکھنے والی چیزوں میں سے وہاں کوئی بھی چیز نہیں۔ پس وہاں جانا صرف اللہ تعالےٰ کیلئے اور اُس کے قرب اور رضا کیلئے ہی ہوسکتا ہے اور یہی غرض حج بیت اللہ کی ہے۔ پھر احرام باندھنے میں بھی ایک خاص بات کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان کو یوم الحشر کا اندازہ ہو سکے۔ کیونکہ جیسے کفن میں دو چادریں ہوتی ہیں۔ احرام میں بھی دو ہی ہوتی ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصہ کیلئے اور دوسری نیچے کے حصہ کیلئے پھر سر بھی ننگا ہوتا ہے۔ اور عرفات وغیرہ میں یہی نظارہ ہوتا ہے۔ جب لاکھوں آدمی اس شکل میں وہاں جمع ہوتے ہیں۔ تو حشر کا نقشہ انسان کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم خدا تعالےٰ کے سامنے ہیں اور کفن میں لپٹے ہوئے ابھی قبروں سے نکل کر اُس کے سامنے حاضر ہوئے ہیں۔ پھر حج بیت اللہ میں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ہاجرہؓ اور آنحضرت ﷺ کے واقعات زندگی انسان کی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور اس کے اندر ایک نیا ایمان اور عرفان پیدا ہوتا ہے۔ یوں تو اور قوموں نے بھی اپنے بزرگوں کے واقعات تصویری زبان میں کھینچنے کی کوشش کی ہے جیسے ہندو دسہرہ میں اپنے پرانے تاریخی واقعات دہراتے ہیں مگر مسلمانوں کے سامنے خدا تعالےٰ نے اُن کے آباؤاجداد کے تاریخی واقعات کو ایسی طرز پر رکھا ہے کہ اُس سے پرانے واقعات کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے۔ اور آئندہ پیش آنے والے حادثہ یعنی قیامت کا نقشہ بھی آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ اسی طرح رمی الجمار کی اصل غرض بھی شیطان سے بیزاری کا اظہار کرنا ہے اور ان جمار کے نام بھی جمرۃ الدنیا ۔ جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ العقبیٰ اسلئے رکھے گئے ہیں کہ انسان اس امر کا اقرار کرے کہ وہ دنیا میں بھی اپنے آپ کو شیطان سے دُور رکھے گا اور عالم برزخ اور عالمِ عقبےٰ میں بھی ایسی حالت میں جائے گا کہ شیطان کا کوئی اثر اُس کی روح پر نہیں ہوگا۔ اسی طرح ذبیحہ سے اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار رکھے اور جب بھی اُس کی طرف سے آواز آئے وہ فوراً اپنا سر قربانی کیلئے جھکا دے اور اُس کی راہ میں اپنی جان تک دینے سے بھی دریغ نہ کرے۔ پھر سات طواف سات سعی اور سات ہی رمی ہیں۔ اس سات کے عدد میں روحانی مدارج کی تکمیل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس کے بھی سات ہی درجے ہیں جن کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ چنانچہ سورۃ مومنون میں ان درجات کی تفصیل دی گئی ہے۔ اسی طرح حجر اسود کو بوسہ دینا بھی ایک تصویری زبان ہے۔ بوسہ کے ذریعہ انسان اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ میں اس وجود کو جس کو میں بوسہ دے رہا ہوں اپنے آپ سے جدا رکھنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے جسم کا ایک حصہ بن جائے۔ غرض حج ایک عظیم الشان عبادت ہے جو ایک سچے مومن کیلئے ہزاروں برکات اور انوار کا موجب بنتی ہے مگر افسوس ہے کہ آجکل مسلمان صرف رسمی رنگ میں یہ فریضہ ادا کرنے کی وجہ سے اسکی برکات سے پوری طرح متمتع نہیں ہوتے۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 447-452)

ـــــ احادیثِ مبارکہ ـــــ

حَـدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ يَحْيَى ابْنُ وَاضِحٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ تَابَعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ۔

(صحیح البخاری جلد2 کتاب العیدین صفحہ 382)

محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوتُمیلہ یحیٰی بن واضح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے فلیح بن سلیمان سے، فلیح نے سعید بن حارث سے، سعید نے حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کا دن ہوتا تو ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے آتے۔ (ابوتمیلہ کی طرح) یونس بن محمد نے بھی فلیح سے، فلیح نے سعید سے، سعید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے اور حضرت جابر کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

☆......☆......☆......☆

إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَكَذٰلِكَ النِّسَآءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُمْ ابْنَ أَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَنِيهِ وَصَلَّى كَصَلَاةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرِهِمْ وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ يُصَلُّونَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ۔

(صحیح البخاری جلد2 کتاب العیدین صفحہ 383)

(اگر عید کی نماز نہ ملے تو دو رکعتیں اکیلے ہی پڑھ لے) اور اسی طرح عورتیں بھی اور وہ لوگ بھی جو گھروں اور گاؤں میں ہوں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے) اہل اسلام! یہ ہماری عید ہے اور حضرت انس بن مالکؓ نے اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو جو زاویہ میں تھے حکم دیا تو انہوں نے اپنے گھر والوں اور بیٹوں کو جمع کیا اور شہر والوں کی طرح عید کی نماز پڑھائی۔ ویسی ہی تکبیریں کہیں اور عکرمہ کہتے تھے: دیہات والے بھی عید کے دن اکٹھے ہوں دو رکعتیں پڑھیں۔ جس طرح کہ امام پڑھتا ہے اور عطاء بن ابی رباح نے کہا: اگر عید کی نماز اسے نہ ملے تو دو رکعتیں پڑھ لے۔

☆......☆......☆......☆

ارشاداتِ عالیہ بانیٔ جماعت احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

’’اے خدا کے بندو! اپنے اس دن میں کہ جو بقرعید کا دن ہے غور کرو اور سوچو کیونکہ ان قربانیوں میں عقلمندوں کیلئے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ اور آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس دن بہت سے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور کئی گلے اونٹوں کے اور کئی گلے گائیوں کے ذبح کرتے ہیں۔ اور کئی ریوڑ بکریوں کے قربانی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح زمانہء اسلام کے ابتدا سے ان دنوں تک کیا جاتا ہے۔ اور میرا گمان ہے کہ یہ قربانیاں جو ہماری اس روشن شریعت میں ہوتی ہیں احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ اور ان کو اُن قربانیوں پر سبقت ہے کہ جو نبیوں کی پہلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے۔ اور قربانیوں کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ان کے خونوں سے زمین کا منہ چھپ گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان کے خُون جمع کئے جائیں اور اُن کے جاری کرنے کا ارادہ کیا جائے تو البتہ ان سے نہریں جاری ہو جائیں اور دریا بہہ نکلیں اور زمین کے تمام نشیبوں اور وادیوں میں خون رواں ہونے لگے۔ اور یہ کام ہمارے دین میں ان کاموں میں سے شمار کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوتے ہیں اور اُس سواری کی طرح یہ سمجھے گئے ہیں کہ جو اپنی سیر میں بجلی سے مشابہ ہوں جس کو بجلی کی چمک سے مماثلت حاصل ہو اور اسی وجہ سے ان ذبح ہونے والے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں اس شخص کیلئے کہ جو قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمانداری سے ادا کرتا ہے اور یہ قربانیاں شریعت کی بزرگ تر عبادتوں میں سے ہیں اور اسی لئے قربانی کا نام عربی میں نسیکۃ ہے اور نُسُک کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے۔ اور ایسا ہی یہ لفظ یعنی نُسُک اُن جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال پاتا ہے جن کا ذبح کرنا مشروع ہے۔ پس یہ اشتراک کہ جو نسک کے معنوں میں پایا جاتا ہے قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی شخص ہے جس نے اپنے نفس کو مع اس کی تمام قوتوں اور مع اس کے ان محبوبوں کے جن کی طرف اس کا دل کھینچا گیا ہے اپنے ربّ کی رضا جوئی کیلئے ذبح کر ڈالا ہے اور خواہش نفسانی کو دفعہ کیا یہاں تک کہ تمام خواہشیں پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اور نابود ہو گئیں اور وہ خود بھی گداز ہو گیا اور اس کے وجود کا کچھ نمود نہ رہا اور چُھپ گیا اور فنا کی تُند ہوائیں اس پر چلیں اور اُس کے وجود کے ذرّات کو اس ہوا کے سخت دھکّے اُڑا کر لے گئے۔ اور جس شخص نے ان دونوں مفہوموں میں کہ جو باہم نسک کے لفظ میں مشارکت رکھتے ہیں غور کی ہو گی اور اس مقام کو تدبّر کی نگاہ سے دیکھا ہو گا اور اپنے دل کی بیداری اور دونوں آنکھوں کے کھولنے سے پیش و پس زیرنظر رکھا ہو گا پس اُس پر پوشیدہ نہیں رہے گا اور اس امر میں کسی قسم کی نزاع اس کے دامن کو نہیں پکڑے گی کہ یہ دو معنوں کا اشتراک کہ جو نسک کے لفظ میں پایا جاتا ہے اس بھید کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت جو آخرت کے خسارہ سے نجات دیتی ہے وہ اس نفسِ امّارہ کا ذبح کرنا ہے کہ جو برے کاموں کیلئے زیادہ سے زیادہ جوش رکھتا ہے اور ایسا حاکم ہے کہ ہر وقت بدی کا حکم دیتا رہتا ہے پس نجات اس میں ہے کہ اس برا حکم دینے والے کو انقطاع الی اللہ کے کاردوں سے ذبح کر دیا جائے اور خلقت سے قطع تعلق کر کے خدا تعالیٰ کو اپنا مونس اور آرام جان قرار دیا جائے اور اس کے ساتھ انواع اقسام کی تلخیوں کی برداشت بھی کی جائے تا نفس غفلت کی موت سے نجات پاوے اور یہی اسلام کے معنے ہیں اور یہی کامل اطاعت کی حقیقت ہے اور مسلمان وہ ہے جس نے اپنا منہ ذبح ہونے کیلئے خدا تعالیٰ کے آگے رکھ دیا ہو۔ اور اپنے نفس کی اونٹنی کو اس کیلئے قربان کر دیا ہو اور ذبح کیلئے پیشانی کے بل اس کو گرا دیا اور موت سے ایک دم غافل نہ ہو پس حاصل کلام یہ ہے کہ ذبیحہ اور قربانیاں جو اسلام میں مروّج ہیں وہ سب اسی مقصود کیلئے جو بذل نفس ہے بطور یاددہانی ہیں اور اس مقام کے حاصل کرنے کیلئے ایک ترغیب ہے اور اس حقیقت کیلئے جو سلوک تام کے بعد حاصل ہوتی ہے ایک ارہاص ہے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 16، خطبہ الھامیہ صفحہ 31-36)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں

کیونکر ہو وہ نظر کہ تمہارے وہ دِل نہیں
شیطاں کے ہیں خُدا کے پیارے وہ دِل نہیں

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہوگئے
جتنے خیال دِل میں تھے ناپاک ہوگئے

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہوگئے
باقی جو تھے وہ ظالم و سفّاک ہوگئے

اب تم تو خود ہی موردِ خشمِ خُدا ہوئے
اُس یار سے بشامت عصیاں جُدا ہوئے

اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محلِّ سزا ہوئے

سچ سچ کہو کہ تم میں اَمانت ہے اب کہاں
وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے، اب کہاں

پھر جبکہ تُم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
وہ نورِمومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

پھر اپنے کفر کی خبر اَے قوم لیجئے
آیت عَـلَیْکُم اَنْفُسَکُمْ یاد کیجئے

ایسا گماں کہ مہدیٔ خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا

اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس وقمر بھی بتا چُکا

خطبہ جمعہ

اُس شخص کو جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے یہ واضح ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق نبی اللہ ہیں

آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، مگر بغیر کسی شریعت کے اور نبی کریم اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اور آپ کا نام پا کر اور وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعۃ:4) کی قرآنی پیشگوئی کے مطابق

ہر احمدی کا کام ہے کہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور پورا ہو جائے گا ہمیں کیا ضرورت ہے؟ جتنا بڑا وعدہ ہے، جتنی بڑی خوشخبریاں ہیں اُن میں حصہ دار بننے کے لئے ہماری بھی اُتنی بڑی ذمہ داریاں ہیں۔

ہمیں اس بات پر یقین ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدے یقیناً پورے ہونے ہیں۔ اگر ہم ان وعدوں کو پورا کرنے میں اپنی حقیر کوشش شامل کر لیں، اگر ہم اپنی ذمہ داری کی اہمیت کو سمجھنے والے بن جائیں تو ہم خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن جائیں گے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 13 رمئی 2011ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب ''نزول المسیح'' میں فرماتے ہیں کہ:

''خدا نے ابتداء سے لکھ چھوڑا ہے اور اپنا قانون اور اپنی سنت قرار دے دیا ہے کہ وہ اور اُس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔ پس چونکہ مَیں اُس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی شریعت اور نئے دعویٰ اور نئے نام کے بلکہ اُسی نبی کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پا کر اور اُسی میں ہو کر اور اُسی کا مظہر بن کر آیا ہوں۔ اِس لئے مَیں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنی آدم کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ مفہوم اس آیت کا سچا نکلتا آیا ہے اب بھی میرے حق میں سچا نکلے گا۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 380,381)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں جس آیت کا حوالہ دے رہے ہیں وہ سورۃ مجادلہ کی یہ آیت ہے کہ:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

چند دن ہوئے مجھے پاکستان سے کسی نے لکھا، گو کہ مَیں لکھنے والے سے متفق نہیں ہوں کیونکہ جس طرح اس لکھنے والے نے تصویر کھینچی ہے، میرے نزدیک اس بات کو عموم کا رنگ نہیں دیا جا سکتا۔ لکھنے والا لکھتا ہے کہ اس بات کو بہت زیادہ جماعت کے لٹریچر اور اشاعت کے ذرائع میں اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی اللہ ہیں۔ کیونکہ لوگ آپؑ کو نبی کہنے سے جھجکتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ افرادِ جماعت پر بدظنی ہے۔ اس کو عموم کا رنگ نہیں دیا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ اس لکھنے والے کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والے حالات کی وجہ سے مداہنت کا مظاہرہ کرتے ہوں۔ لیکن یہ وہ چند لوگ ہیں جن پر دنیاداری غالب آ جاتی ہے۔ وہ مصلحتوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو نہ کبھی دیکھا ہے، نہ پڑھا ہے۔ بلکہ میرے خطبات بھی نہیں سنتے کیونکہ مَیں تو یہ کوشش کرتا ہوں کہ کسی طرح بات سے بات نکلے اور بات سے بات نکالتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام واضح کروں۔

بہر حال اگر کسی کے دل میں یہ بات ہے تو ہر اُس شخص کو جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے یہ واضح ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق نبی اللہ ہیں۔ اور اس بارہ میں اگر دنیا کے کسی بھی خطے میں رہنے والے شخص کے دل میں، جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے، انقباض ہے تو اُس کو دور کر لینا چاہئے۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس اقتباس میں فرمایا ہے جو میں نے پڑھا ہے کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر بغیر کسی شریعت کے اور نبی کریم اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اور آپ کا نام پا کر اور وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة:4) کی قرآنی پیشگوئی کے مطابق۔

جہاں تک پاکستان کے احمدیوں کا سوال ہے یا انڈونیشیا کے احمدیوں کا سوال ہے اُن کو تو ظلم کی چکی میں پیسا ہی اس لئے جا رہا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی کیوں کہتے ہیں، نبی کیوں سمجھتے ہیں؟ اس لئے سوائے اِکّا دُکّا مداہنت اختیار کرنے والے کے عموم کے رنگ میں پاکستانی احمدیوں کے بارہ میں یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہمارے مخالفین تو مبالغہ کرتے ہوئے احمدیوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی مانتے ہیں۔ حالانکہ کوئی احمدی کبھی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور آخری شرعی نبی ہو سکتا ہے اور آپ سے بڑھ کر کسی کا مقام ہو سکتا ہے۔ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے جو احمدی بیان کرتے ہیں اور جو ہر احمدی کے ایمان کا حصہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وہ بلند مقام عطا فرمایا ہے اور وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جس کے ماننے والے کو اور جس سے عشق کرنے والے کو اور جس کی حقیقی رنگ میں پیروی کرنے والے کو اور جس کا اُمّتی بننا فخر سمجھنے والے کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا مقام عطا فرمایا۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ ہی کی پیروی میں نبی اللہ ہیں۔ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی اللہ نہ مانیں تو پھر ہمارا یہ دعویٰ بھی غلط ہو گا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اسلام کا غلبہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے ذریعے ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ کا وعدہ رسول کے ساتھ ہے جیسا کہ اس آیت میں ظاہر کیا گیا ہے۔ کسی مجدد یا کسی مصلح کے ساتھ نہیں ہے۔ اسلام کے آخری زمانہ میں غلبہ کا وعدہ مومنین کی اُس جماعت کے ساتھ ہے جو "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة:4)" کی مصداق بننے والی ہے۔ تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کو تاکید فرمائی تھی اور یہ نصیحت فرمائی تھی کہ جب مسیح و مہدی کا ظہور ہو تو خواہ برف کی سِلوں پر سے بھی گزر کر جانا پڑے تو جانا اور جا کر میرا اسلام پہنچانا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس سے اپنے ایمان کو بھی مضبوط کرو گے اور اسلام کے غلبہ کی جو آخری جنگ لڑی جانے والی ہے، جو تلوار سے نہیں، جو توپ سے نہیں بلکہ دلائل و براہین سے لڑی جانے والی ہے، اُس میں حصہ دار بن کر میری حقیقی پیروی کرنے والے بن جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن جاؤ گے۔ حقیقی مومن کہلانے والے بن جاؤ گے۔

پس احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس لئے ایمان لائے کہ آپ کے ساتھ جُڑ کر ہم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان میں بھی مزید پختہ ہوں اور اسلام کے غلبہ کے نظارے بھی دیکھیں۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی نہیں تو پھر خلافت بھی نہیں۔ کیونکہ خلافت کا اس لئے نبوت کے ساتھ تعلق ہے کہ خلافت نے منہاجِ نبوت پر چلنا ہے۔ آپ علیہ السلام خاتم الخلفاء تھے اور اس خاتم الخلفاء ہونے کی وجہ سے آپ کو نبی کا درجہ ملا اور اس کے بعد پھر آپ کے ذریعہ سے سلسلہ خلافت شروع ہوا۔ پس جماعت احمدیہ کے نظامِ خلافت کا جو ہر ایک تسلسل ہے اس کا تعلق اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی تسلیم کریں، مانیں اور یقین رکھیں۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کے ایمان کی مضبوطی کے لئے مختلف تفصیلی نصائح فرمائیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔ فرمایا کہ:

صرف زبان سے بیعت تو بہ نہ ہو، بلکہ دل سے اقرار ہو، اور جب یہ ہو گا تو پھر خدا تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونے کے نظارے بھی دیکھو گے۔ بیعت کرنے والا چاہتا ہے (اور حقیقت میں اُس کی یہ خواہش ہوتی ہے) کہ وہ بیعت کر کے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرے۔ اور یہ نظارے آجکل بھی بیعت کرنے والے دیکھتے ہیں۔ روحانیت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ کئی بیعت کرنے والے جو ہیں وہ اپنے خطوط میں یہ ذکر کرتے ہیں بلکہ ایک پاک تبدیلی جو اُن میں پیدا ہوتی ہے، اُسے دوسرے بھی دیکھ کر محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔ بیوی بچے حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیا تھا اور ابھی کیا ہو گیا ہے؟ یہ کیا انقلاب ہے جو اس میں پیدا ہوا ہے۔ تو یہ سچی بیعت ہے جو اس قسم کی پاک تبدیلیاں پیدا کرے۔

پھر ان بیعت کرنے والوں کو آپ نے یہ نصیحت بھی فرمائی کہ کبھی اپنی بیعت کو کسی دنیاوی مقصد سے مشروط نہ کرنا بلکہ اپنے اعمال میں بہتری پیدا کرو اور پھر دیکھو اللہ تعالیٰ بغیر انعام اور اجر کے نہیں چھوڑتا۔ پھر فرمایا کہ بیعت کر کے پریشان نہیں

ہونا چاہئے۔ تکالیف آتی ہیں مگر آہستہ آہستہ حقیقی مومن دشمنوں پر غالب آتے جاتے ہیں کیونکہ اُس کا وعدہ ہے کہ مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد نمبر3 صفحہ219 تا221)

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ''ہمارے غالب آنے کے ہتھیار، استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدّنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں''۔ فرمایا کہ ''نماز دعا کی قبولیت کی کُنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اُس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوقِ الٰہی کے متعلق ہو، خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو''۔

(ملفوظات جلد نمبر3 صفحہ222,221)

پس ہمیں ہمیشہ اِن اہم باتوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔ یہ نصائح صرف نئے احمدیوں کے لئے نہیں تھیں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے یا جو آج نئی بیعتیں کرتے ہیں بلکہ ہر احمدی کے لئے ہیں اور جتنا پُرانا احمدی ہو اُس کے ایمان میں زیادہ ترقی ہونی چاہئے۔ اس میں اِن باتوں پر عمل کرنے کی کوشش اُن سے بڑھ کر ہونی چاہئے جو نئے آنے والے ہیں۔

استغفار کیا ہے؟ اپنے اگلے پچھلے گناہوں سے بخشش طلب کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا تا کہ گناہوں سے بچتا بھی رہے۔ توبہ یہ ہے کہ جن غلط کاموں میں پڑا ہوا ہے اُن سے کراہت کرتے ہوئے اُن سے بچے رہنے کا پکّا اور پختہ اور مصمّم ارادہ کرنا۔ اور پھر اُس ارادے پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے کاربند رہنا، اُس پر عمل کرنا کہ کوئی بھی چیز اُس کو اُس سے ہلا نہ سکے۔ پھر دینی علوم کی واقفیت ہے۔ اس میں سب سے پہلے قرآنِ کریم ہے۔ پھر قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام ہے۔ آپ کی کتب ہیں۔ آپ کی مختلف تحریرات و ارشادات ہیں جو اسلام کی حقیقی تعلیم کی برتری دنیا پر دلائل و براہین سے ثابت کرتے ہیں، جس کے مقابل پر کوئی اور دین کھڑا نہیں رہ سکتا کیونکہ اسلام ہی آخری، کامل اور مکمل دین ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی عظمت ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی عظمت مدّنظر رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ یقین اور ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہر چیز کو پیدا کرنے والی ہے اور تمام ضروریات کو پورا کرنے والی ہے اور زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کے کامل علم نے اُس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ وہ ہمارا ربّ ہے۔ زندگی اور موت بھی اُس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے اور ہر آن ہمیں دیکھ رہا ہے۔ تو پھر ایک انسان کبھی کوئی ایسا کام نہیں کرسکتا جو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے خلاف ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی یہ عظمت دلوں میں قائم ہو جائے گی تو پھر پانچ وقت نمازوں کی طرف بھی خود بخود توجہ پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ دعاؤں کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس بڑھتے ہوئے تعلق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونے پر یقین پیدا ہوتا چلا جائے گا بلکہ اس میں مضبوطی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اور نماز کے بارہ میں یہ فرمایا کہ یہ تمام دعاؤں کی کُنجی ہے۔ نماز ہی وہ اصل دعا ہے جو خدا تعالیٰ کے قریب کرتی ہے۔ اور بندے کا خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق جوڑتی ہے۔ پس نمازوں کو سنوار کر اور وقت پر پڑھنے کی قرآنی تعلیم بھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اُمّت کو خاص طور پر اس طرف متوجہ فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس پر بہت زور دیا ہے۔ پس جب انسان ان باتوں پر عمل کرے گا تو حقوق اللہ ادا کرنے کی طرف بھی توجہ رہے گی اور حقوق العباد ادا کرنے کی طرف بھی توجہ رہے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر یہ انقلاب تم اپنے اندر پیدا کرلو تو پھر اُس غلبے میں تم بھی حصہ دار بن جاؤ گے جو مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے مقدر ہے، جس کا مقدر اس سے جُڑا ہوا ہے۔ اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمانا ہے لیکن ہمیں نصیحت فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہمارے غالب آنے کے ہتھیار تو یہ باتیں ہیں۔ اگر تم اِن باتوں کو اختیار کرلو تو غلبے میں تم بھی حصہ دار بن جاؤ گے۔ ورنہ نام کے احمدی تو ہو لیکن عملی احمدی نہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو وہ عملی احمدی بننے کی کوشش کرنی چاہئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلبے کی مہم کا حصہ بنے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے شمار جگہ پر اس غلبے کی بشارات دی ہوئی ہیں۔ اور ہر دن جو جماعت پر چڑھتا ہے ہم اِن بشارات کو پورا ہوتے دیکھتے ہیں۔ جس شدت سے جماعت کی مخالفت کی جارہی ہے اگر یہ کسی انسان کا کام ہوتا تو ایک قدم بھی آگے بڑھنا تو دور کی بات ہے، ایک لحہ بھی زندہ رہنا مشکل ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں اس لئے تمام روکوں، تمام مخالفتوں کے باوجود جماعت ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو الہامات کے ذریعے اس ترقی کی بشارتیں دی تھیں جیسا کہ مَیں نے کہا۔

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی بشارات بالکل حق ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا مقدر یقیناً غلبہ ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے تو ماننے والوں پر بھی بعض ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اُن پر بھی کچھ فرائض لاگو ہوتے ہیں جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''۔

(تذکرہ صفحہ 260 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

یقیناً یہ کام خدا تعالیٰ ہی کر رہا ہے۔ اور آج کل اِس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ایم۔ٹی۔اے کو اس کا بہت بڑا ذریعہ بنایا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام زمین کے کناروں تک پہنچے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو یہ پیغام ہے یہ زمین کے کناروں تک پہنچے اور ایم۔ٹی۔اے اس کا حق ادا کر رہا ہے۔ لیکن اگر ہم ایم۔ٹی۔اے کی مشینیں لگا کر آرام سے بیٹھ جائیں، کوئی کام نہ کریں، پروگرام نہ بنیں، کسی قسم کی ریکارڈنگ نہ ہو، جو مختلف تبلیغی پروگرام ہوتے ہیں وہ نہ ہوں تو جو ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمایا ہے اُس کا استعمال نہ کر کے ہم اپنے آپ کو اس سے محروم کر رہے ہوں گے اور اُس سے فائدہ نہیں اُٹھا رہے ہوں گے۔ جو لٹریچر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہیا فرمایا ہے اُس سے استفادہ کر کے اگر ہم آگے نہیں پہنچاتے، اُس کو پھیلاتے نہیں تو ہم اپنے فرائض ادا نہیں کر رہے ہوں گے اور پھر گناہگار بن رہے ہوں گے۔ گو اللہ تعالیٰ نے یہ کام تو کرنے ہیں۔ ہمارے سے نہیں تو کسی اور ذریعے سے کروا دے گا۔ لیکن ہم اگر ان ذرائع کو استعمال نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم گناہگار ہیں۔ دنیا میں کبھی یہ نہیں ہوا کہ نبی یا اُس کی جماعت نے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے بعد سب کام چھوڑ دیئے ہوں اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اور کون اللہ تعالیٰ کا پیارا ہو سکتا ہے؟ لیکن جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کے مغلوب ہونے کی بشارت دی تو آپ کے صحابہ کو کوشش بھی کرنی پڑی، قربانیاں بھی دینی پڑیں۔ دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر اُن کو کچلنا چاہا تو دنیا کی نظر میں انہیں بظاہر حقیر لوگوں نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے جو ایمان کی دولت سے مالا مال تھے، جو توبہ استغفار کرنے والے تھے، جو نمازوں کو اس خوبصورتی سے ادا کرنے والے تھے کہ اُن پر رَشک آتا تھا، جو اللہ تعالیٰ کی عظمت دلوں میں بٹھائے ہوئے تھے، کوئی دنیاوی شان و شوکت اور بادشاہوں کی جاہ وحشمت اُن کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو پورا کرنے کے لئے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے قیصر وکسریٰ کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اُن کی حکومتوں کو پاش پاش کر دیا۔ محنت کی، قربانیاں کیں تو تب یہ کچھ حاصل ہوا۔ یہ یقین اور ایمان تھا جس نے اُن میں یہ ایمانی مضبوطی پیدا کی کہ بیشک دنیاوی جاہ وحشمت اور طاقتیں ان لوگوں کے پاس ہیں، اِن بادشاہوں کے پاس ہیں۔ کثرتِ تعداد اُن کی ہے لیکن یہ ساری چیزیں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ یہ ملنا ہے اور ہم نے کوشش کرنی ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد فرمائے گا۔ پس ایک پیشگوئی تھی جو پوری ہونی تھی اور ہوئی لیکن اُن کی یہ کوشش تھی کہ اگر ہمارے ہاتھ سے پوری ہو جائے تو ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن جائیں گے۔ پس یہی حالت آج ہماری ہونی چاہئے۔ ہمیں اس بات پر یقین ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدے یقیناً پورے ہونے ہیں۔ اگر ہم ان وعدوں کو پورا کرنے میں اپنی حقیر کوشش شامل کر لیں، اگر ہم اپنی ذمہ داری کی اہمیت کو سمجھنے والے بن جائیں تو ہم خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن جائیں گے۔ ہر احمدی کو، ہر کارکن کو اس ذمہ داری کو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیاں بھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ بے شمار پیشگوئیاں ہیں جو واضح ہیں۔ تذکرۃ الشہادتین میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین وآسمان بنایا''۔ فرمایا'' یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین وآسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دِن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے، نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی''۔

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد نمبر20 صفحہ66)

پس یہ ہے یقین جس کا اظہار آپ نے کیا ہے اور اس یقین پر آپ قائم تھے۔ یہ یقین اس لئے ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے کہہ دیا کہ مَیں یہ کروں گا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ضرور کرے گا۔ اور اسلام کا غلبہ اب صرف جماعت احمدیہ کے ذریعے سے ہوگا اور یقیناً انشاءاللہ ہوگا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو پورا کیا اور پورا فرماتا چلا جا رہا ہے۔

1903ء کا یہ اقتباس ہے۔ گو ہندوستان سے باہر اُس وقت جماعت کا تعارف ہو گیا تھا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ جماعت پھیل رہی ہے۔ لیکن آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے 198 ممالک میں جماعت کی نمائندگی موجود ہے اور دنیا کے تقریباً ہر ملک میں کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کا تعارف پہنچ چکا ہے۔ پس جس خدا نے دنیا میں احمدیت کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پہنچایا ہے اور پہنچا رہا ہے وہ اس پیشگوئی کے اگلے حصے کو بھی پورا فرمائے گا۔ کہیں مخالفینِ احمدیت، احمدیت کے پیغام پہنچانے میں وجہ بن رہے ہیں، اور اس مخالفت کی وجہ سے سعید روحوں میں احمدیت کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ بظاہر تو وہ مخالفتیں کر رہے ہیں تا کہ لوگوں کو احمدیت سے دور ہٹائیں لیکن جو سعید فطرت لوگ ہیں اُن میں اس سے توجہ پیدا ہو رہی ہے اور کہیں احمدیت کا محبت، پیار کا پیغام جو ہے وہ دنیا کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ کہیں ہمارے عاجزانہ

اورنہایت معمولی خدمتِ خلق کے جوکام ہیں اُس سے لوگوں کی جماعت کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ اور کہیں اللہ تعالیٰ رؤیا وکشوف کے ذریعے لوگوں کو احمدیت سے متعارف کروار ہا ہے اورحضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کودنیا پہچان رہی ہے۔ پھر جو دلائل جماعت کے پاس ہیں، جو براہِ راست اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کرحضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں سکھائے ہیں، یہ دلائل اور براہین جب ایم۔ ٹی۔ اے کے ذریعے سے دنیا دیکھتی ہے تو اُن کی توجہ ہوتی ہے۔ دشمنانِ احمدیت بھر پور کوشش کرتے ہیں کہ لوگ ایم۔ ٹی۔ اے نہ دیکھیں۔ بلا استثناء آج کل ہر اسلامی ملک میں مولوی اور نام نہاد علماء جو ہیں لوگوں کو یہ کہتے ہیں کہ ایم۔ ٹی۔ اے نہ دیکھو۔ اس سے تمہارے ایمان پر زَد آئے گی۔ تم اُن کے کفر اور دَجل سے نعوذ باللہ متاثر ہو جاؤ گے۔ لیکن جن پر حق کھل گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ غلط ہیں تو دلیل سے ان کو ردّ کرو۔ زبردستی منع کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ تمہارے پاس دلیل نہیں ہے اور اسلامی تعلیم ایسی نہیں کہ جو بغیر عقل اور دلیل کے بات کرے۔

پس یہ ہے شان اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونے کی کہ آہستہ آہستہ دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ذریعے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تلے لا رہا ہے، توحید پر قائم کر رہا ہے۔ پس ہر احمدی کا کام ہے کہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور پورا ہو جائے گا ہمیں کیا ضرورت ہے؟ جتنا بڑا وعدہ ہے، جتنی بڑی خوشخبریاں ہیں اُن میں حصہ دار بننے کے لئے ہماری بھی اُتنی بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی میں ہمیں خالص ہو کر کوشش کرتے ہوئے حصہ لینا ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں ہمیں تمام نفسانی خواہشات اور ترجیحات سے بچتے ہوئے حصہ لینا ہے۔ دعوتِ الی اللہ کے لئے ہم نے اپنی طاقتوں، اپنے علم، اپنی کوششوں کو استعمال کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ حصہ لینا ہے، تبھی ہم اس عظیم مہم اور اُس کی عظیم برکات سے فائدہ اُٹھانے والے بن سکیں گے۔ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ ایک جگہ خوشخبری دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ لَا تَيْئَسُوْا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ رَبِّي، إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ کہ اللہ کی رحمت کے خزانوں سے ناامید مت ہو، ہم نے تجھے خیرِ کثیر دیا ہے۔

(تذکرۃ صفحہ نمبر 440 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

پس مسلمانوں کی حالت پر یا اسلام کی حالت پر حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو بے چینی تھی اس کو دُور فرماتے ہوئے یہ تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں سے ناامید مت ہو۔ ہم نے خیرِ کثیر تجھے دے دیا ہے، تیرے لئے مقدر کر دیا ہے۔ جو خیرِ کثیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا وہ آخرین کو بھی تیرے ذریعہ سے مل رہا ہے اور ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا چشمہ اب پھر تیرے ذریعہ سے جاری ہو گیا ہے۔ پس خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں نے پھر ایک نئی شان سے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اُن کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور جو اِن دروازوں سے خزانے کے حصول کے لئے داخل ہوں گے وہ اپنے آپ کو مالا مال کر لیں گے۔

آج کل مسلمانوں میں جو بے چینی ہے اور دین کی مدد کا بعض میں احساس بھی ہے، بعض سنجیدہ بھی ہیں لیکن رہنمائی نہیں، اُن کو راستہ نظر نہیں آتا اور پھر مایوسی چھا جاتی ہے۔ اور پھر یہ مایوسی بے چینی میں مزید اضافہ کرتے ہوئے غلط طریق پر چلاتی ہے۔ تو ایسے لوگوں کو سمجھنا چاہئے اور ہمارے لوگ جو اُن تک پیغام پہنچا سکتے ہیں اُن کو پہنچانا چاہئے کہ یہ کوثر کا چشمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادے، اپنے محبوب کے عاشق اور عاشقِ صادق، جسے اس عشق کی وجہ سے اُمّتی نبی ہونے کا مقام ملا ہے کے ذریعے سے پھر جاری فرما دیا ہے۔ پس اگر مایوسی کو ختم کرنا ہے تو اس مسیح و مہدی کی آغوش میں آ کر، اُس سے جُڑ کر اپنی اس مایوسی کو ختم کرو۔ کیونکہ یہی وہ اللہ تعالیٰ کا تائید یافتہ ہے جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔ غور کرو اور دیکھو کہ تمام طاقتیں حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز کو دبانے اور ختم کرنے کے لئے متحد ہو گئیں۔ گزشتہ سو سال سے زیادہ عرصہ سے متحد ہیں۔ لیکن کیا اس آواز کو خاموش کیا جا سکا؟ جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا ہے کہ یہ آواز دنیا کے کونے کونے میں پھیل رہی ہے اور بڑی شان کے ساتھ دنیا میں گونج رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ گونجتی چلی جائے گی۔

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حق میں زلزلوں کے نشان کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''یاد رہے کہ ان نشانوں کے بعد بھی بس نہیں ہے بلکہ کئی نشان ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ انسان کی آنکھ کھلے گی اور حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ کیا ہوا چاہتا ہے؟ ہر ایک دن سخت اور پہلے سے بدتر آئے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ میں حیرت ناک کام دکھلاؤں گا اور بس نہیں کروں گا جب تک کہ لوگ اپنے دلوں کی اصلاح نہ کر لیں''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 2 ''النداء من وحی السّماء'' صفحہ 638 مطبوعہ ربوہ)

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا ہر ملک قدرتی آفات کی لپیٹ میں ہے۔ اگر دنیا اس کو صرف ایک قدرتی عمل سمجھ کر، جو سائنسدانوں کے نزدیک یا دنیاداروں کے نزدیک ہر کچھ عرصہ کے بعد ہوتا ہے، نظرانداز کرتی رہے گی اور اپنے پیدا کرنے والے خدا کی طرف توجہ نہیں دے گی تو یہ یاد رکھے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے ساتھ ان آفات اور زلازل کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ یہ آفات دنیا کو اپنی لپیٹ

میں لیتی رہیں گی۔ پس دنیا کو ہوشیار کرنے کے لئے ہر احمدی کا بھی کام ہے کہ جہاں وہ اپنی اصلاح اور اپنے ایمان کی پختگی کی طرف توجہ دے وہاں اس پیغام کے پہنچانے کے لئے بھر پور کوشش کرے۔ دنیا کو خدا تعالیٰ کے قریب لانے کی کوشش کرے کہ یہ ایک انتہائی اہم کام ہے جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ جہاں جماعت کا تعارف محبت، امن اور پیار کے حوالے سے کروادیا گیا ہے وہاں اگلا پیغام یہ ہے کہ یہ ہمارے دل کی محبت، پیار اور امن کی آواز ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ ہم انسانیت کو تباہ ہونے سے بچانے کے لئے کوشش کریں۔ دنیا کو خدا تعالیٰ کی پہچان کروائیں اور اُس مقصد کی پہچان کرائیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ ان آفات سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ اُس کے مقصدِ پیدائش کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہ آفات جو ہیں وقتاً فوقتاً بھیجتا رہتا ہے۔ اگر انسان توجہ نہیں کرے گا تو یہ آفات آتی چلی جائیں گی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ دنیا کو ہوشیار کرنے کا یہ کام آج ہمارا ہی ہے۔ یہ جماعتِ احمدیہ کا ہی کام ہے۔ کوئی اور اس کو کرنے والا نہیں۔ کیونکہ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اللہ تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرمادیا ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص قرب اور پیار کا مقام ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک الہام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرزندی کا مقام عطا فرمایا۔ فرمایا۔ اِنِّی مَعَکَ یَاابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔

(ملفوظات جلد نمبر 4 صفحہ 569)

کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اے رسول اللہ کے بیٹے۔

پس آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ روحانی فرزند ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو پورا کرنا ہے اور یہی آپ کے ماننے والوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل کرنی ہے، اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا وارث بننا ہے تو تبلیغ کے کام کو پہلے سے بڑھ کر کریں۔ جس شدت اور جس تعداد میں گزشتہ چند سالوں میں دنیا میں آفات آئی ہیں، اس شدت سے اور کوشش سے دنیا کو ہوشیار کرنے کی ضرورت ہے اور خاص طور پر مسلمانوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کیونکہ اس الہام کے ساتھ جو دوسرا الہام ہے وہ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ۔

(ملفوظات جلد نمبر 4 صفحہ 569)

گو یہ حکم اور الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا، براہِ راست آپ کا کام تھا اور آپ نے کیا لیکن یہ آپ کے ماننے والوں کا بھی کام ہے۔ ہمارا بھی یہ کام ہے کہ اس پیغام کو پہنچائیں۔ گو بعض مسلمان ممالک میں احمدیوں پر پابندیاں اور سختیاں ہیں۔ ہم پیغام پہنچا نہیں سکتے، کھلے عام تبلیغ نہیں کر سکتے۔ نام نہاد علماء لوگوں کو پیغام سننے کے لئے روکیں کھڑی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ایک ذریعہ بند ہو تو حکمت سے دوسرا ذریعہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ایک علاقے میں بند ہو، ایک ملک میں بند ہو تو دوسرے ملکوں کی طرف توجہ دی جا سکتی ہے۔ اگر ان ملکوں میں احمدیوں کو براہِ راست تبلیغ کی اجازت نہیں ہے تو ایم۔ ٹی۔ اے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمادیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ذریعہ سے باوجود تمام روکوں کے تبلیغ کا پیغام پہنچ بھی رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیعتیں بھی ہو رہی ہیں۔ پھر بعض ایسے ممالک ہیں جہاں ایسی کوئی قانونی پابندیاں تو نہیں ہیں لیکن بعض علماء کی طرف سے مخالفتیں ہوتی ہیں لیکن اُن میں سے ہی بعض ایسے سعید فطرت بھی ہیں، ایسے نیک فطرت بھی ہیں جو ہماری مجالس میں آکر ہمارے پروگرام دیکھ کر احمدیت کی طرف مائل بھی ہو رہے ہیں۔ پھر ایسی جگہوں پر جہاں کوئی قانونی روکیں نہیں اور کچھ لوگوں کی توجہ بھی پیدا ہو رہی ہے تو ایسے مسلمان ملکوں میں خاص طور پر افریقہ میں ہماری کوششیں پہلے سے زیادہ تیز ہونی چاہئیں۔ یہ ہر جگہ کے جماعتی نظام کا کام ہے۔ افریقہ کے بعض ممالک میں امام جو ہیں اپنے ماننے والوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو رہے ہیں اور یہ بھی ایک الٰہی تصرف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو دلوں کو پھیر رہا ہے۔ ہماری تو حقیر کوششیں ہوتی ہیں۔ یہ الہام جو ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''یہ امر جو ہے کہ سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں، جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ۔ یہ ایک خاص قسم کا امر ہے۔ احکام اور امر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک شرعی رنگ میں ہوتے ہیں جیسے نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، خون نہ کرو وغیرہ۔ اس قسم کے اوامر میں ایک پیشگوئی بھی ہوتی ہے کہ گویا بعض ایسے بھی ہوں گے جو اس کی خلاف ورزی کریں گے''۔ یہ حکم جو ہیں یہ حکم تو ہیں لیکن یہ ایسے حکم ہیں جن میں چھپی ہوئی یہ پیشگوئی بھی ہوتی ہے کہ ایسے لوگ ہوں گے جو یہ نہیں کریں گے اس لئے حکم دیا کہ کرو۔ خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ فرمایا کہ ''جیسے یہود کو کہا گیا کہ توریت کو محرف مبدل نہ کرنا۔ یہ بتاتا تھا کہ بعض اُن میں سے کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غرض یہ امر شرعی ہے اور یہ اصطلاحِ شریعت ہے''۔ فرمایا ''دوسرا امر کونی ہوتا ہے اور یہ احکام اور امر قضا و قدر کے رنگ میں ہوتے ہیں، جیسے قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ (الانبیاء:70)۔ (کہ ہم نے کہا اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم علیہ السلام پر)۔ اور وہ پورے طور پر وقوع میں آ گیا''۔ (اسی طرح ہو گیا)۔ ''اور یہ امر جو میرے اس الہام میں ہے یہ بھی اس قسم کا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلمانانِ روئے زمین

عَـلـیٰ دِیْنٍ وَّاحِدٍ جمع ہوں اور وہ ہو کر رہیں گے۔ ہاں اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان میں کوئی قسم کا بھی اختلاف نہ رہے۔ اختلاف بھی رہے گا مگر وہ ایسا ہوگا جو قابلِ ذکر اور قابلِ لحاظ نہیں''۔

(ملفوظات جلد نمبر4صفحہ 569,570)

پس اس الہام کی جو وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے یہ ہمیں خوشخبری دیتی ہے کہ یہ امر اللہ تعالیٰ کے کـونـی امر میں سے ہے۔ یعنی جس کے بارے میں خدا تعالیٰ جب کُنْ کہتا ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مَیں کُـــنْ کہوں تو وہ ہو جاتا ہے) تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو یہ وہ امر ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کُنْ کہہ دیا۔ کُنْ کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کُنْ کہا اور فوری ہو جائے گا، جب اعلان ہوا تو ساتھ شروع ہو گیا۔ بلکہ قانونِ قدرت کے تحت جو عرصہ درکار ہے وہ لگتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت جتنا عرصہ لگنا ہے وہ لگتا ہے۔ لیکن نتیجہ ضرور اس کے حق میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے کُـــنْ کہنے سے جب بچے کی پیدائش کی بنیاد پڑتی ہے تو ہر جانور یا انسان کو جتنا عرصہ اُس بچے کی پیدائش میں قانونِ قدرت کے مطابق لگنا ہے وہ لگتا ہے۔ یہ نہیں ہوجاتا کہ کُنْ ہوا اور ایک دو دن میں یا دو منٹ میں بچہ پیدا ہو جائے۔ جتنا عرصہ لگنا ہے وہ لگتا ہے اور یہ سب کچھ پراسس (Process) جو ہوتا ہے وہ اللہ کے کُـنْ سے ہی ہوتا ہے۔ پس یہاں بھی کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے یہ لکھ چھوڑا ہے کہ مسلمان دینِ واحد پر جمع ہوں گے، اور وہ پراسس (Process) شروع ہو چکا ہے۔ اور آہستہ آہستہ مسلمانوں میں سے بھی اور مسلمانوں کے ہر فرقے میں سے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔ اس لئے اس پریشانی کی ضرورت نہیں کہ مسلمان ملکوں میں سے بعض ملکوں میں تو ہم احمدیوں سے تیسرے درجہ کے شہریوں کا سلوک کیا جاتا ہے تو اُن میں سے مسلمان ہمارے اندر کس طرح شامل ہوں گے؟ یا اِن ملکوں کے مسلمان کس طرح ہم میں شامل ہوں گے؟ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ تقدیر ہے، اس طرح ہوگا اور انشاء اللہ ضرور ہوگا۔ ہمیں بیشک آج تکلیفیں پہنچائی جا رہی ہیں، مسلمانوں کی طرف سے ہی تکلیفیں پہنچائی جا رہی ہیں لیکن انشاء اللہ تعالیٰ انہی میں سے قطراتِ محبت بھی ٹپکیں گے اور انشاء اللہ ہم دیکھیں گے۔ پس جو کمزور طبع لوگ ہیں وہ بھی اس یقین پر اور اس ایمان پر قائم رہیں اور جن میں دنیا داری ہے یا اُن کو دنیا داری نے کچھ حد تک گھیر رکھا ہے وہ بھی اس بات کو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے غالب آنا ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم کہیں بھی، کسی بھی جگہ مداہنت دکھائیں، کمزوری دکھائیں یا شرمائیں یا مخالفین کی مخالفتوں سے پریشان ہوں کہ پتہ نہیں اگر ہم نے اپنے ایمان کا اظہار کر دیا تو ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ یہ تکلیفیں تو ہوتی ہیں اور ایک مومن تو ایسی تکلیفوں کو سُوئی کی چبھن سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ ان سُوئیاں چبھونے والوں سے خوفزدہ ہو کر ہم اپنے کام بند نہیں کر سکتے، ہم اپنے ایمان کو چھپا نہیں سکتے۔ پاکستان کے احمدیوں کی اکثریت بلکہ ننانوے اعشاریہ نو نو (99.99) فیصد تو مخالفتوں کی شدید آندھیوں کے باوجود ان کا بڑی جوانمردی سے مقابلہ کر رہے ہیں اور پاکستان کے احمدیوں اور انڈونیشیا کے احمدیوں اور جہاں بھی جماعت کے خلاف مخالفتوں کے طوفان کھڑے کئے جاتے ہیں وہاں کے احمدیوں کی قربانیاں ہی ہیں جو دنیا میں نئے نئے تبلیغی راستے بھی کھول رہی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن مسلم دنیا بھی اور غیر مسلم دنیا بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق جوڑ کر ہی امتِ واحدہ کا نظارہ پیش کرے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنے سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے''۔

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد نمبر20صفحہ409)

پس یہ زبردست بشارت ہے جو اصل میں اسلام کے دنیا پر غالب آنے سے تعلق رکھتی ہے۔ پس ہمارا کام یہ ہے کہ اپنے ایمانوں میں مزید پختگی پیدا کرتے چلے جائیں۔ اپنی عبادتوں کو سنوارتے چلے جائیں۔ اپنے تعلق باللہ کو بڑھاتے چلے جائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام ہونا ہے اور ہو رہا ہے اُس میں آپ کے مددومعاون بنتے چلے جائیں تاکہ ہم اور ہماری نسلیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والی بنتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آج نمازِ جمعہ کے بعد میں چند جنازے پڑھاؤں گا۔

ایک جنازہ مکرم صاحبزادہ راشد لطیف صاحب راشدی امریکہ کا ہے۔ جن کی 27 اپریل کو لاس انجلیس میں وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور صاحبزادہ محمد طیب لطیف صاحب کے صاحبزادے تھے۔ ابتدائی تعلیم بنوں میں حاصل کی۔ پھر تعلیم الاسلام کالج لاہور میں پڑھتے رہے۔ پھر افغانستان چلے گئے۔ کچھ عرصہ وہاں رہے۔

جماعت سے نہایت اخلاص کا تعلق تھا۔ان کے گھر میں آ کر احباب جماعت نماز پڑھا کرتے تھے۔1965ء میں یہ امریکہ چلے گئے۔وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔پھر امریکہ میں سیٹل (Settle) ہو گئے۔امریکہ کی سیاٹل (Seattle) جماعت کے صدر بھی رہے۔کافی عرصہ سے کیلیفورنیا میں رہائش پذیر تھے۔جماعت کے جلسہ سالانہ میں تقاریر بھی کرتے رہے۔2005ء میں قادیان جلسے پر گئے تو وہاں بھی ان کو تقریر کا موقع ملا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے کہنے پر تذکرۃ الشہادتین کا ''دری'' جو افغانستان کی افغانستان کی زبان ہے۔اس زبان میں انہوں نے ترجمہ بھی کیا۔ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

دوسرا جنازہ مکرم مبارک محمود صاحب مربی سلسلہ کا ہے۔ 4 مئی کو بڑی لمبی علالت کے بعد 42 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔1989ء میں جامعہ سے فارغ ہوئے تھے۔نو سال تک پاکستان کے مختلف شہروں میں مربی رہے۔ پھر 1998ء میں تنزانیہ چلے گئے۔آٹھ سال وہاں خدمت انجام دی۔تنزانیہ میں ان کو کینسر ہو گیا تھا۔وہاں سے پھر واپس پاکستان آئے۔ علاج ان کا ہوتا رہا اور پھر سواحیلی ڈیسک میں وکالتِ تصنیف میں انہوں نے کام کیا۔ باوجود بیماری کے بڑی جانفشانی سے کام کرتے رہے۔بڑی تکلیف دہ بیماری ہے اس تکلیف کا بھی بڑے صبر سے مقابلہ کیا۔کبھی کوئی ناشکری یا بے صبری کا کلمہ زبان پر نہیں آیا۔مسکراتے تھے۔خندہ پیشانی سے ہمیشہ ہر ایک سے بات کرتے رہے۔یہ موصی تھے۔آپ کی اہلیہ اور تین بیٹیوں کے علاوہ ان کے والدین بھی ہیں۔چار بھائی ہیں۔ سیف علی شاہد صاحب امیر ضلع میر پور خاص کے بیٹے، حیدر علی ظفر صاحب مبلغ انچارج جرمنی کے بھتیجے ہیں۔

تیسرا جنازہ مظفر احمد صاحب ابن مکرم میاں منور احمد صاحب سید والا شیخو پورہ کا ہے۔مظفر احمد صاحب، فرزانہ جبین صاحبہ، عزیزہ امۃ النور صاحبہ، عزیزم ولید احمد، عزیزم تصور احمد۔یہ پوری فیملی ہے جو موٹر سائیکل پر فیصل آباد سے چنیوٹ آ رہے تھے۔راستے میں ایکسیڈنٹ ہوا ہے تو پوری فیملی اللہ کو پیاری ہو گئی۔چھ سال، چار سال، دو سال کے ان کے تین بچے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت میاں شعبان احمد صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے قادیان جا کر خواب کے ذریعہ سے احمدیت قبول کی تھی۔مظفر احمد صاحب قائد خدام الاحمدیہ تھے۔نگران حلقہ اور سیکرٹری نو مبائعین کی حیثیت سے بھی خدمت کی توفیق پائی۔وفات سے قبل سیکرٹری تحریکِ جدید اور سیکرٹری اصلاح و ارشاد اور ناظم اطفال کے طور پر خدمت بجا لا رہے تھے۔انتہائی صاف گو، انصاف پسند اور مخلص انسان تھے۔سید والا کی مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی تو اُس وقت بھی آپ نے اپنی ٹیم کے ساتھ وہاں بڑا کردار ادا کیا کیونکہ کافی پابندیاں رہتی ہیں اور احتیاط کرنی پڑتی ہے۔اس مسجد کو پھر بعد میں، 2001ء میں شہید بھی کیا گیا۔آپ کچھ عرصہ اسیر راہِ مولیٰ بھی رہے ہیں۔موصی تھے۔ان کے پسماندگان میں دو بہنیں اور چار بھائی ہیں۔اسی طرح اہلیہ کے پسماندگان میں والد ہیں شیخ فضل کریم صاحب (لاہور) اور چھ بہنیں اور چار بھائی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے۔مغفرت کا سلوک فرمائے۔

تری قسمت میں طوطے رہ گئے ہیں

ابنِ آدم

گریباں چاک ہوتے رہ گئے ہیں
اور عاشق روتے دھوتے رہ گئے ہیں

ہزاروں سال سے مُسلم ، نصاریٰ
مسیحا تجھ کو روتے رہ گئے ہیں

تجھے جو غیب کی خبریں بتائیں
تری قسمت میں طوطے رہ گئے ہیں

خرِ دجّال اڑاتا ہے فلک پر
زمیں پر چلتے کھوتے رہ گئے ہیں

طفیلی کھا گئے مرغِ مُسلّم
براتی ہاتھ دھوتے رہ گئے ہیں

وہ دو مُنکر نکیر آئے کہیں اور
مزے سے مُردے سوتے رہ گئے ہیں

شریعت نہ ہوئی نافذ ، یہ مُلّا
نہاتے اور دھوتے رہ گئے ہیں

جسے کھا کر ہوئے جنت سے خارج
اسی گندم کو بوتے رہ گئے ہیں

سفینہ عمر کا ہے ڈوبنے کو
فقط دو چار غوطے رہ گئے ہیں

خطا آدم نے کی اور ابنِ آدم
یوں ہی بدنام ہوتے رہ گئے ہیں

مسجد القمر دارالصدر غربی ربوہ کی تعمیر

اس مسجد کی تحریک حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کی اور آپ ہی کے خطاب کے نام پر ہے

مکرم پروفیسر محمد سلطان اکبر صاحب

دارالہجرۃ ''ربوہ'' کے قیام کے ابتدائی ایام میں محلّہ دارالصدر غربی میں صرف ابھی چند ایک مکانات ہی پختہ تعمیر ہوئے تھے۔ ہم چوہدری فرزند علی مرحوم کی کوٹھی 24/4 (حال کوٹھی چوہدری عزیز احمد باجوہ مرحوم) کے شمالی کونہ والے کمرہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ مولوی محمد حنیف قمر صاحب سائیکل سیاح ہمارے امام ہوا کرتے تھے۔ پھر ہم نے اسی کوٹھی کے باہر کی طرف صحن میں ایک عارضی مسجد بنالی۔ اس وقت ہمارے امام بابا فقیر محمد خان مرحوم افغان (مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) ہوا کرتے تھے۔ ان کی آواز بڑی باریک سُریلی پُرسوز تھی۔ نماز پڑھنے کا بڑا لطف آیا کرتا تھا۔ پھر جب یہ کوٹھی چوہدری عزیز احمد باجوہ نے خرید لی۔ تو انہیں کوٹھی کو وسیع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو انہوں نے ہمیں وہ عارضی مسجد (جس کی چھت پر بارہ تیرہ فٹ لمبے لکڑی کے بالے تھے اور چار کھڑکیاں تھیں اور ایک دروازہ تھا اور چھوٹا سا صحن تھا) وہاں سے منتقل کرنے کے لئے کہہ دیا۔ چنانچہ ہم نے اس کا ملبہ بالے کھڑکیاں دروازہ وغیرہ شیخ نور احمد منیر صاحب کے ہاں رکھوا دیا۔ اور ہم عزیزم سہیل احمد کے مکان 11/3 کے مشرقی بڑے کمرہ میں نماز پڑھتے رہے اور گرمیوں میں شام عشاء کی نمازیں سامنے کھلے میدان میں ایک نسبتاً اونچی جگہ پر پڑھا کرتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ غالباً 1958 یا 1959 میں اپنی نو تعمیر شدہ کوٹھی ''البشریٰ'' میں رہائش پذیر ہوئے۔ اس سے پہلے آپ مسجد مبارک کے سامنے سڑک کے پار ایک عارضی کوارٹر میں فروکش ہوا کرتے تھے۔ کوٹھی ''البشریٰ'' تعمیر ہونے پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس میں منتقل ہوگئے۔ ہم اہل محلّہ بڑے خوش و نازاں تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے درمیانے فرزند ارجمند ہمارے محلّہ کے مکین بن گئے ہیں۔ چنانچہ ہم اسی خوشی سے معمور حالت میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو مبارکباد دینے اور مرحبا کہنے کے لئے کوٹھی ''البشریٰ'' حاضر ہوئے۔ ''ہم'' سے مراد محترم صدر محلّہ ملک رفیق احمد صاحب، سیکرٹری مسجد کمیٹی محترم چوہدری عطاء اللہ پروفیسر اور خاکسار محمد سلطان اکبر ہے۔ ہم نے محترم میاں صاحب سے عرض کیا کہ ہمیں آپ کے بابرکت وجود کے ہمارے محلّہ کے مکین بننے پر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ تو حضرت میاں صاحب نے فوراً ہم سے پہلا سوال یہ پوچھا: ''کیا آپ کے محلّہ کی کوئی مسجد ہے؟'' ہم نے عرض کیا ''ہمیں مسجد کے لئے جماعت کی طرف سے ایک پلاٹ تو الاٹ کیا ہوا ہے لیکن ہم ایک گھر میں مرکز نماز بنا کر وہاں نمازیں ادا کرتے ہیں''۔

حضرت میاں صاحب نے فرمایا یہ ٹھیک نہیں۔ اصل جگہ پر مسجد بنائیں۔ چاہے وہاں ایک سادہ سا چھپر ہی ڈال لیں۔

چنانچہ ہم نے حضرت میاں صاحب کے اس ارشاد کی تعمیل میں پرانی عارضی مسجد کے لکڑی کے بالوں پر مشتمل اور چھت پر سرکنڈے کی سرکیاں ڈال کر اور چار کھڑکیاں اور دروازہ لگا کر دو صفوں پر مشتمل ایک صاف ستھری چھوٹی سی مسجد بنائی اور اسے خوب سفیدی وغیرہ کرا کے اور مختصر سا کشادہ صحن بنا کر تقریباً دو ہفتہ کے بعد ہم پھر حضرت میاں صاحب کی خدمت میں اطلاع دینے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت میاں صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ مجھے وہ مسجد دکھائیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت میاں صاحب کے دل میں کس قدر مسجد کی اہمیت اور خوشی تھی۔

چنانچہ آپ ہمارے ساتھ پیدل ہی چل کر مسجد تشریف لائے۔ اس زمانہ میں محلّہ میں چند ایک ہی مکان تعمیر ہوئے تھے۔ اس لئے راستہ زیادہ لمبا طے نہ کرنا پڑتا تھا۔ مسجد دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ صحن میں کھجور کی سادہ سی چٹائی بچھی تھی۔ اسی پر بیٹھ گئے۔ محلّہ کے اکثر احباب بھی وہاں موجود تھے۔ پھر فرمایا یہ تو بہت خوبصورت مسجد ہے۔ پھر آپ نے مسجد کے بابرکت ہونے اور اہل محلّہ کے لئے دعا کروائی اور ہم پھر آپ کو البشریٰ تک چھوڑنے کے لئے ساتھ گئے۔ کیا ہی بابرکت تھے وہ بزرگ اور کیا ہی بابرکت تھے وہ دن اور کیا ہی حسین ہیں ان ایام کی یادیں!

پھر دن گزرتے گئے حضرت میاں صاحب 1963ء میں وفات پا گئے۔ اسی دوران حلقہ لطیف والوں نے ٹھیکیدار محمد دین مرحوم کی سرکردگی میں مسجد لطیف کی چار دیواریں درمیان میں ستون وقفے وقفے سے بنا کر کھڑی کرلیں۔ ان کے پاس چھت کے لئے کوئی پیسہ نہ تھا محلّہ کے سیکرٹری یا صدر تعمیر مسجد کمیٹی پروفیسر چوہدری عطاء اللہ تھے۔ انہوں نے اپنی ذاتی کوششوں سے مسجد فنڈ کے لئے چار ہزار روپیہ جمع کرلیا تھا۔ ٹھیکیدار محمد دین، پروفیسر محمد شریف خالد اور صوبیدار غلام رسول صاحب (والد ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب) نے کہا کہ ہمیں چار ہزار جمع شدہ مسجد فنڈ میں سے آدھا حصہ دو ہزار روپیہ دے دیں۔ کیونکہ محلّہ ایک ہی ہے ہم نے مسجد لطیف پر چھت ڈالنا ہے۔ چچا جان چوہدری عطاء اللہ صاحب نے کہا کہ یہ رقم میں نے اپنی ذاتی کوششوں سے اکٹھی کی ہے۔ اس لئے میں یہ رقم مسجد القمر کی تعمیر پر خرچ کروں گا اور صاف انکار کردیا۔ صدر محلّہ ملک محمد رفیق صاحب بھی خاموش تھے۔ خاکسار نے اس پر چچا جان مرحوم سے کہا کہ ان لوگوں نے ہمت کرکے مسجد کی چار دیواریں بنالی ہیں۔ ان کو چھت کے لئے دو ہزار روپیہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس مسجد کے لئے اور رقم دے دے گا۔ چنانچہ ملک صاحب مرحوم بھی دل سے یہی چاہتے تھے لیکن خاموش تھے۔ اس پر چوہدری صاحب مرحوم نے مسجد لطیف والوں کو دو ہزار روپیہ مسجد فنڈ میں سے دے دیا۔

ان ایام میں ٹی آئی کالج میں 1961ء میں میرا تقرر ہو چکا تھا۔ جوانی کے ایام تھے۔ جب مسجد لطیف والوں نے دو ہزار روپیہ سے مسجد کی چھت ڈال کر مستقل مسجد تعمیر کرلی تو میں نے بار بار صدر محلّہ اور صدر تعمیر مسجد کمیٹی سے کہنا شروع کردیا کہ ہمیں بھی مسجد کی مستقل عمارت تعمیر کرنی چاہئے۔ میرے بار بار اصرار کرنے پر چوہدری عطاء اللہ صاحب کہنے لگے۔ اگر یہ تم چاہتے ہو تو تم سیکرٹری تعمیر مسجد کمیٹی میری جگہ بن جاؤ۔ میں نے باادب عرض کیا کہ اگر آپ یہ فریضہ میرے سپرد کرنا چاہتے ہیں تو مجھے منظور ہے۔ چنانچہ ان کی اجازت سے محترم صدر محلّہ صاحب نے خاکسار کو سیکرٹری مسجد کمیٹی مقرر فرما دیا۔

خاکسار نے فوراً چند مزدوروں کے ذریعہ مسجد کی بنیادیں کھدوانا شروع کروادیں۔ مسجد کی جگہ پر ایک دو عارضی سے کچے مکان بھی موجود تھے ان کے مکین کہنے لگے پتہ نہیں مسجد کب بننا شروع ہوگی۔ کوئی پیسہ وغیرہ تو آپ کے پاس موجود نہیں۔ ہمیں آپ کیوں بے گھر کررہے ہیں؟

خاکسار نے ادب و پیار سے ان سے عرض کیا کہ یہ اللہ کا گھر ضرور انشاء اللہ بنے گا۔ آپ مہربانی کرکے کسی اور جگہ بسیرا کرلیں اور ساتھ ہی مسجد کی پانچ پانچ فٹ گہری بنیادیں کھدوانے کا کام جاری رکھا۔ مسجد محمود کوارٹرز تحریک جدید کے قریب محترم صاحب خان نون کے تعاون سے تعمیر ہوچکی تھی جو کہ چالیس فٹ لمبی اور پچیس فٹ چوڑی تھی۔ خاکسار نے بھی اتنی لمبائی چوڑائی کے مطابق بنیادیں کھدوائیں۔ اس دوران مسجد والی جگہ میں مقیم عارضی رہائشی احباب نے تعاون کرتے وقت وہاں سے اپنا بوریا بستر سمیٹ کر نقل مکانی کرلی۔

محترم پروفیسر مبارک احمد صاحب انصاری (حال مقیم کینیڈا و استاذ جامعہ احمدیہ کینیڈا) کے مشورہ و مدد سے قبلہ کے تعین کے لئے کمپس (قطب نما) کے ذریعہ سے ہم نے مسجد مبارک ربوہ کے مطابق مسجد القمر کے قبلہ رخ ہونے کا تعین کیا۔ یہ سب محترم پروفیسر انصاری صاحب نے ہی کیا۔

مسجد القمر کے لئے چندہ فراہم کرنے کی اجازت ہمیں ناظر صاحب مال نے اس شرط کے ساتھ دے دی کہ صرف ان احباب سے ہم چندہ لیں۔ جن کے مکان یا خالی پلاٹ اس محلّہ میں موجود ہوں نیز یہ کہ اس فنڈ کی فراہمی میں لازمی چندہ جات کی وصولی پر کوئی اثر نہ پڑے۔

سستا زمانہ تھا۔ پختہ اینٹ تقریباً 25 روپیہ فی ہزار اور سیمنٹ AAC کی بوری پانچ چھ روپے میں مل جاتی تھی۔ روپیہ کی اچھی قیمت تھی۔ ہم نے طے کیا کہ کم از کم محلّہ کے مکین یا پلاٹ کے مالک سے دو صد روپیہ وصول کیا جائے۔

ادھر جب ہمارے کالج میں تعطیلات گرما کا آغاز ہوا تو خاکسار نے محترم صاحبزادہ محمد طیب صاحب (ابن حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کابل) جو کہ ہمارے محلّہ کے نچلے حصہ میں مقیم تھے اور سابقہ صدر محلّہ بھی رہے تھے سے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ لاہور اور پھر کراچی کا سفر کرکے وہاں مقیم محلّہ سے متعلقہ افراد سے مسجد کے لئے چندہ فراہم کرنے میں میری مدد فرما کر ممنون فرماویں۔ جو انہوں نے ازراہ کرم منظور فرمالیا۔ ہم پہلے لاہور گئے تو وہاں متعلقہ احباب نے زیادہ تر وعدہ ہی فرمایا۔ نقد رقم چند سو روپیہ ہی وصول ہوا۔ پھر ہم نے دوسرا سفر کراچی کا بذریعہ چناب ایکسپریس کیا۔

کراچی میں ہم جب محترم چوہدری شاہنواز صاحب (شاہنواز لمیٹڈ کمپنی کے مالک) کے مکان پر پہنچے (رہائش ہماری ''احمدیہ ہال'' کراچی میں تھی)۔ وہاں پر ان کے بیٹے منیر نواز صاحب (جو کہ ابھی نوعمر تھے) ہمارے جامعہ احمدیہ کے بزرگ استاد مولانا ظفر محمد ظفر سے دینی تعلیم حاصل کررہے تھے۔ انہوں نے محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ بیگم چوہدری شاہنواز کو جب یہ بتایا کہ محترم صاحبزادہ محمد طیب صاحب فرزند ہیں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کابل کے تو وہ انتہائی خوش ہوئیں کہ اتنی عظیم ہستی کے فرزند ان کے گھر آئے ہیں۔ پھر ہماری خاطر تواضع اور حق مہمان نوازی ادا کرنے کے بعد ہمارے آنے کی غرض دریافت کی تو صاحبزادہ محمد طیب نے بتایا کہ ہم مسجد کے لئے

چندہ فراہم کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔تو بیگم صاحبہ نے فرمایا میں نے محلّہ کی مسجد کے لئے پانچ صد روپیہ محترم چوہدری اللہ بخش صاحب زراعتی ماسٹر کو پہلے ہی ادا کر دیا ہوا ہے۔

اس پر خاکسار بول پڑا اور عرض کیا بیگم صاحبہ محترمہ! آپ نے بہت اچھا کیا کہ ان کو پانچصد روپیہ ادا کر دیا ہے۔بیشک ان کو اور ادا کر دیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ان کا محلّہ ساتھ والا ہے۔لیکن آپ کا مکان ہمارے محلّہ میں ہے اور ہم نے آپ سے پانچ ہزار روپیہ لینا ہے۔

اس پر محترمہ بیگم صاحبہ نے قدرے وقفہ سے فرمایا یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔آج شام کو محترم چوہدری صاحب لاہور سے تشریف لا رہے ہیں۔ان سے مشورہ کے بعد میں آپ کو احمدیہ ہال میں اطلاع دے دوں گی۔چنانچہ ہم واپس احمدیہ ہال آ گئے۔

اسی روز عصر کے بعد بیگم شاہنواز صاحبہ احمدیہ ہال تشریف لائیں اور مربی سلسلہ محترم دین محمد صاحب شاہد صاحب کی بیگم صاحبہ کو نقد 2000 روپیہ مسجد القمر کے لئے عطا فرما کر یہ پیغام بھی ہمیں دینے کے لئے کہہ گئیں کہ بقیہ رقم بھی وہ جلد بھجوا دیں گی جو حسب وعدہ انہوں نے جلد ادا کر دیا۔

پھر صاحبزادہ صاحب تو کراچی ہی رک گئے۔میں اکیلا ہی کوئٹہ گیا اور سندھ کے بعض دور دراز مقامات پر پیدل ہی پوچھ پوچھ کر پہنچا۔بہر حال کچھ رقم نقد ملی اور زیادہ تر وعدے ہی ہوئے۔بہر حال تعطیلات گرما کے بعد اینٹیں سیمنٹ وغیرہ ضروری سامان منگوا لیا۔لیکن ستمبر 1965ء کی پاک ہند جنگ کے باعث کام کچھ رک گیا۔

اسی دوران 8 نومبر 1965ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ انتقال فرما گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ منصب خلافت پر سرفراز ہوئے جو کہ میرے کالج کے پرنسپل بھی رہے تھے۔چنانچہ مورخہ 4 یا 5 دسمبر 1965ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے دور خلافت میں پہلی مسجد کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے بنفس نفیس رکھا۔وہ یہی مسجد القمر تھی۔الحمدللہ۔

پھر محترم صدر محلّہ اور مجلس عاملہ محلّہ کے مشورہ سے خاکسار نے حضور کو لکھا کہ از راہ کرم ہمارے محلّہ کی تعمیر ہونے والی مسجد کا نام مسجد القمر رکھنا منظور فرما دیں۔کیونکہ اس مسجد کی تعمیر کی تحریک حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی دلچسپی اور شفقت ہی کے طفیل ہوئی تھی۔تو حضور نے از راہ شفقت اسی نام کی منظوری فرما دی۔

دو مستری میں نے کام پر لگا دیئے انہوں نے سیمنٹ ACC کی 1:4 کی نسبت دیواروں کی ساری چنائی آہستہ آہستہ کر دی۔اب ہمارے پاس چھت کے لئے کوئی نقدی نہ تھی۔خاکسار ملک مجید احمد صاحب مالک مجید آئرن سٹور گولبازار کے پاس گیا اور انہیں کہا آپ بھی ربوہ میں رہتے ہیں اور میں بھی ربوہ میں رہتا ہوں۔آپ مہربانی کریں ہمیں مسجد کی مکمل چھت کے لئے اس قدر سیمنٹ اور اس قدر وزن کا سریا ادھار دے دیں۔تا مسجد کا کام مکمل ہو جائے۔آپ کو یہ ادھار ادا کرنے کا میں ذمہ دار ہوں۔انشاء اللہ جلد ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ کوئی انتظام کر دے گا۔آپ بالکل فکر نہ کریں۔مسجد کا کام ہے آپ کو بھی ثواب ہوگا۔اللہ بھلا کرے محترم ملک عبدالمجید صاحب کا۔انہوں نے ہمیں ادھار چھت کے لئے مطلوبہ سریا اور سیمنٹ دے دیا۔

اب چھت ڈیزائن کرنے کا مسئلہ تھا کہ مسجد کے اندر کوئی ستون نہ ہو۔مسجد اقصیٰ ربوہ ان دنوں محترم چوہدری عبدالقادر مرحوم انجینئر (برادر اصغر محترم مولانا محمد احمد صاحب جلیل ابن مولانا محمد اسماعیل ہلال پوری) کی نگرانی میں تیار ہو رہی تھی۔خاکسار نے ان سے رابطہ کیا۔انہوں نے از راہ کرم اس کار خیر میں تعاون کرتے ہوئے چھت کے سریوں کے مختلف ڈیزائن پیمائشوں Beams چھت کے اوپر باہر نکلے ہوئے ہوں کا بڑی محنت سے ایک کاغذ پر نقشہ بڑے دقیق طور پر تیار کر کے مجھے خوب اچھی طرح سمجھا دیا اور اس کے مطابق خاکسار نے اپنی نگرانی میں چھت کا سارا سریا بندھوایا پھر خاکسار محترم عبدالقادر مرحوم انجینئر کو بلا کر لایا۔انہوں نے نہایت باریک بینی سے میرے ساتھ چھت پر چڑھ کر ایک ایک سریے کا جائزہ لیا اور اسے پاس کر دیا۔

بجری بھی وافر مقدار میں منگوا لی گئی اور محلّہ کے خدام اور مزدوروں سمیت ہم سب نے ستائے بغیر صبح سے شام تک کام کر کے چھت ڈال لی۔اس زمانہ میں ابھی ربوہ میں سیمنٹ مکسر وغیرہ مشین نہیں آئی تھی۔بڑا سخت کام تھا۔سارا دن رکے بغیر کام کرنا تھا تا کہ رکنے سے خدانخواستہ چھت کی پختگی میں کوئی رخنہ نہ رہ جائے۔خدا کا شکر ہے کہ چھت کا کام صحیح اور معیاری طور پر پایہ تکمیل کو پہنچا۔پھر لکڑی کا کام مستری سلیم احمد صاحب فیکٹری ایریا نے کیا۔

ہم نے مسجد کو اندر باہر سے پلاسٹر کر کے اللہ کے فضل سے تیار کر لیا۔یہ پلاسٹر کرنے کا کام دو مستریوں ہر دو کا نام غلام محمد تھا ایک ان میں سے ارائیں کہلاتے تھے اور لمبے قد کے تھے دوسرے درمیانہ قد کے تھے۔دونوں کام میں بڑے ماہر کاریگر تھے۔لیکن آپس میں ان کی ہر روز دلچسپ نوک جھونک بھی ہوتی رہتی تھی۔چھت پر منارے وغیرہ بھی انہوں نے ہی مسجد محمود کے مناروں کی طرز پر بنائے۔

تو انہی ایام میں جبکہ ابھی ہم نے مسجد کو پلاسٹر وغیرہ تو کر لیا تھا۔لیکن ابھی سفیدی یا رنگ و روغن نہ کیا تھا۔تو ہماری مسجد کو ایک اور سعادت نصیب ہوئی۔ہوا یوں کہ ہمارے محلّہ میں مسجد کے قریب ہی محترم کرنل ڈاکٹر تقی الدین صاحب (جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے حقیقی ماموں اور حضرت ام ناصر کے بھائی تھے) کے مکان پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے ماموں مرحوم کو ملنے کے لئے تشریف لائے۔نماز مغرب کا وقت ہو گیا

تھا۔ مسجد مبارک کا منادی میاں محمد حسین بھاگا بھاگا حضور کے پاس اطلاع کرنے کے لئے کرنل صاحب کی کوٹھی پر آیا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ حضور کا کیا ارشاد ہے؟ حضور نے فرمایا جاؤ مصلّٰی یہیں اٹھالاؤ۔ ہم آج مسجد القمر میں نماز مغرب ادا کریں گے۔ تب ہم اہل محلّہ نے حضور کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ میرا خیال ہے کہ شاید مسجد القمر وہ مسجد ہے جس میں اہل محلّہ کو مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ کے بعد خلیفہ وقت کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور نے خاکسار کو ارشاد فرمایا کہ مسجد میں پوری طرح روشنی نہیں ہو رہی اس لئے سفید پینٹ کروالیں۔ تاکہ روشنی خوب ہو اور مسجد روشن روشن لگے۔ چنانچہ جلد ہی ہم نے بفضل اللہ تعالیٰ Paint بھی کروالیا۔

اسی طرح ایک روز دونوں مستری غلام محمد صاحبان اپنے کام میں مصروف تھے تو بار بار میری طرف بڑے غور سے دیکھتے تھے۔ میں نے اس طرح غور سے دیکھنے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے ہم حیران ہیں کہ مسجد تعمیر کرنے میں اس طرح تگ و دو سے اکثر بڑے بڑے بوڑھوں اور بزرگوں کو ہی موقع ملتا ہے۔ آپ بہت نوعمر ہیں۔ اس لئے اس سعادت پر ہمیں آپ پر بہت رشک آ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا من آنم کہ من دانم میں تو گناہ گار خطا کار ہوں۔ بس یہ تو محض اللہ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے یہ موقع دیا ہے۔

پھر انہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رضوان اکبر حال مقیم امریکہ کی ولادت سے سرفراز فرمایا۔ میری اس سے پہلے صرف دو بیٹیاں مبارکہ (حال لندن) اور نجمہ (حال امریکہ) ہی تھیں۔ تو اس پر دونوں مستری غلام محمد صاحبان نے بیک زبان کہا چوہدری صاحب! یہ سب آپ کو تعمیر مسجد کی خدمت کے باعث اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے۔

مسجد کی تعمیر کا کام اللہ تعالیٰ ضرور پایہ تکمیل تک اپنے فضل سے پہنچاتا ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بروقت غیب سے امداد کر کے ملک عبدالمجید صاحب اور مکرم عبدالسلام اعوان کے سارے قرضے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ کسی کا قرضہ مسجد کے ذمہ نہ رہا۔ تو یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور اہل محلّہ کا تعاون تھا۔

ایک اور واقعہ یاد آیا ایک دن خاکسار نے مسجد کے لئے چار صد روپیہ کی بجری پٹھانوں سے منگوائی اگلے دن غالباً عید تھی۔ میرے پاس ایک پیسہ تک نہ تھا۔ محلّہ میں محترم صدر محلّہ ملک محمد رفیق صاحب سے اور دیگر دوستوں سے پوچھا۔ اتفاقاً کسی کے پاس رقم نہ تھی۔ پٹھان میرے دروازے پر آ کر بیٹھ گئے اور کہا ہم نے ابھی پیسے لے کر جانا ہے، ہم نے کل عید کرنی ہے۔ مجھے یاد آیا کہ کالج میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید صاحب صدر شعبہ انگریزی (حال ناظر اعلیٰ وامیر مقامی) کو گزشتہ روز چار پانچ صد روپیہ کالج کی طرف سے کسی کام کے لئے دیا گیا تھا۔ خاکسار فوراً سائیکل پر سوار ہو کر میاں صاحب محترم کے پاس گیا اور بے تکلفی سے عرض کیا مجھے وہ کل والے کالج کے چار سو روپیہ فوراً دے دیں۔ میں آپ کو کل یا پرسوں بینک کھلنے پر دے دوں گا۔ انہوں نے مجھے وہی نوٹ فوراً تھما دیئے۔ چنانچہ پٹھانوں کو اس طرح دروازہ سے رخصت کیا۔ پھر میاں صاحب محترم کو بھی بعد میں حسب وعدہ رقم ادا کر دی۔ تو یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا تھی جو تھوڑی بہت مسجد کی خدمت کی توفیق ملی۔ ورنہ اس کے ہاں خدمتگاروں کی کیا کمی ہے۔ جس سے چاہتا ہے اپنا کام لے لیتا ہے۔

اس تعمیر مسجد میں میرے ساتھ سب احباب محلّہ کا تعاون تھا۔ جن میں محترم صدر محلّہ ملک محمد رفیق صاحب محترم چوہدری عطاء اللہ صاحب مکرم محمد سلیم صاحب سیکرٹری مال (حال نظارت امور عامہ) مکرم محمود اسلم صاحب آڈیٹر (سابق کارکن کالج) اور سب مسجد کے لئے چندہ ادا کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جو وفات پا چکے ہیں۔ ان سب کے اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ ان سب کی دعائیں تھیں اور ہر لحاظ سے تعاون تھا جس سے کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ٹوٹل اخراجات اس زمانہ میں 25 ہزار روپیہ کے لگ بھگ تھے اب تو پچیس لاکھ روپیہ میں بھی اتنا کام نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ بعد میں محترم پروفیسر راجا نصر اللہ خان کی صدارت کے ایام میں مسجد میں دوگنا اضافہ کیا گیا اور لاکھوں روپے دوستوں نے دیئے۔

اب بھی موجودہ صدر دوستوں کے تعاون سے لاکھوں روپیہ ہر سال مسجد کی تزئین اور دیگر سہولیات پر خرچ کر رہے ہیں۔

شہدائے احمدیت کو ٹی وی پر دیکھ کر

منیر احمد کاہلوں، فلوریڈا

ٹی وی پہ آتے ہو بیحد رُلا جاتے ہو
کچھ نہیں کہتے پھر بھی بہت سُنا جاتے ہو

کون کہتا ہے تم مری نظروں سے اوجھل ہو
ہر روز مجھے مل کر چہرہ دکھا جاتے ہو

گو میں بُھولا نہیں ہرگز نہیں بُھولا پھر بھی
مرا عہدِ وفائے بیعت مجھے یاد کرا جاتے ہو

یہ شہدائے ملّت ہی فدایانِ محمدؐ ہیں
فقط ہم کو نہیں سب کو بتا جاتے ہو

ایمان ہمارا ہے اک دولتِ نایاب
اس جذبہء صادق کو دل میں جگا جاتے ہو

حق گوئی وفاشعاری' آئین ہمارا ہے
تعلیم یہ انمول دنیا کو سکھا جاتے ہو

تربیتِ اولاد اور والدین کی ذمہ داریاں

سلیمہ شاہنواز

بلا شبہ اولاد اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت اور امانت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ چھوٹے بچے معصوم، حساس اور آزاد ذہن کے مالک ہوتے ہیں ان کو اچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی اسلئے بچپن سے لے کر بلوغت تک والدین پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے نفسیاتی طریقے پر اصلاح و تربیت کریں کیونکہ انکی مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی تعلیم کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

یہ سچ ہے کہ انسانی سیرت و کردار کی تعمیر میں بچپن کا زمانہ اہم مانا جاتا ہے کیونکہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں انسانی عادات و اطوار کی ابتداء اور پھر نشو ونما ہوتی ہے۔ اس نشو ونما کے ساتھ جذبات اور احساسات بھی پھلتے پھولتے ہیں۔ اگر ان تمام عوامل کی نشو ونما صحیح طریق پر ہو تو متوازن شخصیت پروان چڑھتی ہے جس میں والدین کا بچوں کی تعلیم و تربیت میں کافی عمل دخل ہوتا ہے۔

تربیت اولاد کے حوالے سے جہاں ماں کی بہت اہمیت ہے وہاں اسکی ذمہ داری بھی زیادہ ہے کیونکہ ماں ایک وہ عظیم اور مقدس ہستی ہے جس کا نعم البدل نہیں جو ہر لمحے اپنے بچوں کیلئے پیار و محبت کے پھول نچھاور کرتی رہتی ہے۔ ایثار اور قربانی کا جذبہ اُس میں بے مثال اور نمایاں نظر آتا ہے۔

ماں کی اہمیت کا بخوبی اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے کہ ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے۔ اس حدیث کے معنی اور گہرائی اس بات میں ہے کہ ماں ہونے کا حق صرف بچے کو جنم دینے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ پیدائش کے بعد بچے کی دین و دنیا کے لحاظ سے اچھی تعلیم و تربیت کرنا بھی ماں کا فرض ہے۔

بچوں کی تربیت کے سلسلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی فرمایا کہ والدین میں سے بچوں کی تربیت کی نوے فیصد ذمہ داری ماں پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ بچے کا ماں کے ساتھ زیادہ واسطہ رہتا ہے اسلئے کہا جاتا ہے کہ ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہے۔

سیرت حضرت اماں جانؓ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ایک ماں کی حیثیت سے اپنی اولاد کی مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے کتنی اچھی تربیت کی۔ وہ سختی نہیں کیا کرتی تھیں مگر انکا ایک خاص رعب تھا اور تربیت کا انداز بہت ہی اعلیٰ تھا جس کی وجہ سے تمام اولاد انکی تابع رہی اور اچھے کردار کا مثالی نمونہ بنی۔ اولاد کی تربیت کے بارے میں ایک مقولہ ہے کہ 'کھلاؤ سونے کا نوالہ اور دیکھو شیر کی آنکھ سے'۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ جہاں والدین اپنی اولاد کو تمام آرام و آسائش مہیا کرتے ہیں اسکے ساتھ ساتھ ماں باپ کو چاہیئے کہ بچوں پر ہر طرح سے کڑی نگرانی اور رعب رکھیں اور ان کو غلط باتوں اور کاموں سے روکیں نیز مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے اچھے برے کی پہچان کروائیں۔

بچوں کی تربیت کے حوالے سے ایک اور اہم فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ آپس کے تعلقات میں تعاون اور اتفاق کریں۔ پیار و محبت اور ہمدردی کی فضا قائم رکھیں تا کہ بچوں کی ذہنی نشو ونما ہو اور ایک متوازن شخصیت ابھر کر سامنے آئے۔ یہ ایک فطری عمل ہے کہ بچے ماں باپ کی تقلید کرتے ہیں اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ والدین پہلے اپنے اندر اوصاف حمیدہ پیدا کریں۔ گھر کے اندر اور باہر لین دین کے معاملات میں دیانت داری اور انصاف کو قائم رکھیں اسطرح والدین کے اچھے اعمال بچوں کیلئے بہترین نمونہ اور اعلیٰ مثال ثابت ہوتے ہیں۔ مذہبی تربیت کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک خطبہ جمعہ میں والدین کو مخاطب کر کے فرمایا:

'اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اپنے بچوں کے ذہنوں اور دلوں میں یہ بات گاڑ دیں کہ ہر چیز کو قربان کر کے دین اسلام سیکھنے اور انوار قرآنی حاصل کرنے کی طرف توجہ دیں'۔ ایک اور خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:

'اولاد کی تربیت اور قرآن کریم پڑھانے کی اصل ذمہ داری والدین پر ہے۔ انہیں اس کیلئے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اُن سے سوال کیا جائے گا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو اس نعمت یعنی قرآن کریم سے جو انہیں حاصل تھی کیوں محروم کر دیا'

چنانچہ ان خطبات کی روشنی میں یہ بہت ضروری ہے کہ بچوں کو نماز و قرآن پڑھنے کی اہمیت بتائی جائے اور بچپن سے عادت ڈالی جائے۔

جہاں تک اخلاقی اور معاشرتی تربیت کا تعلق ہے وہاں والدین کو یہ حق پہنچتا ہے کہ بری عادات کی بچپن ہی سے روک تھام کریں۔ مثلاً جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، نافرمانی کرنا، چغلی کرنا، چوری کرنا اور غصہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اسکے علاوہ والدین کی یہ ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ بچوں کو محنت کرنے کی اور وقت کی پابندی کی عادت ڈالیں۔ آداب و تہذیب صبر و قناعت، درگزر اور رحم کرنا، بڑوں کی عزت و احترام کرنا ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا

کرنا، نرمی سے بات کرنا اور پیار محبت سے رہنا وغیرہ جیسے احسن اوصاف بھی سکھائے جائیں۔ اسطرح بچوں میں اچھی عادات پیدا ہونگی۔ اور ایک دلکش شخصیت کے مالک ہونگے۔ والدین بچوں کی تربیت کرتے وقت اس بات کو بھی مدِنظر رکھیں کہ نہ تو وہ بچوں کے ساتھ بے جا لاڈ پیار کریں اور نہ ہی حد سے زیادہ سختی اور روک ٹوک کا طریق اپنائیں کیونکہ لاڈ پیار سے بچہ سست اور Dependant بن کر خود اعتمادی کھو دیتا ہے۔ اور زیادہ سختی کرنے سے بچے ضدی، غصیلے اور باغی ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا والدین تربیت کیلئے متوازن حکمت عملی بنائیں اور ہر معاملے میں میانہ روی اختیار کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی میانہ روی کو پسند فرماتا ہے۔ پس ماؤں کو چاہیئے کہ اپنی غیر ضروری مصروفیات کو کم کر کے خاص طور پر چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف زیادہ توجہ دیں اور وقت کو صحیح اور متوازن طریقے سے صرف کریں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آجکل کی مصروف زندگی اور نئی ماڈرن Technology میں بچوں کی مناسب تربیت کرنا بہت مشکل اور محنت طلب کام ہے اس کیلئے وقت اور شوہر کا بیوی کے ساتھ ہر لحاظ سے تعاون کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جن ماؤں نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے ہر طرح کی قربانی دی اور محنت کی اور پھر اسکے صلہ میں انکی اولاد کو دین و دنیا دونوں ملیں۔ اسطرح معاشرے اور خاندان میں عزت و وقار حاصل کر کے بلند مقام پایا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ماؤں کو ہمت اور حوصلہ دے تا کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت قرآن وسنت کی روشنی میں کرتی رہیں، آمین۔

اہم اعلان

قارئین رسالہ النور کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ ادارہ عنقریب

' قرآن کریم '

کے عنوان سے خصوصی شمارہ شائع کرے گا، انشاء اللہ۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس عنوان سے متعلق معیاری مضامین، منظوم کلام، اقتباسات اور دیگر معلومات

یکم دسمبر 2011ء

تک درج ذیل پتہ پر ارسال کریں،

Editor Ahmadiyya Gazzete

15000 Good Hope Rd. Silver Spring MD 20905

karimzirvi@yahoo.com

جزاکم اللہ احسن الجزاء ، ادارہ رسالہ النور

۔۔۔سَو گلاب میرے ہیں

(بجواب فردِ دُشنام وتحدیدازاں 'خودکش مجاہدین عصرِ جدید)

ایچ۔آر۔ساحر

نہیں! نہیں! کہ ہیں صد چاک سو گلاب میرے!
ہیں زیبِ خُلدِ برّیں۔ سو گلاب میرے!!
لہو سے اُن کے فروزاں نمودِ صبح مِری
بہشت و عرش کی املاک سو گلاب میرے!
''لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں''__ لامحدود!
ہے بیج گرچہ پئے خاک۔ سو گلاب میرے
گزیدِ شَب ہیں تمہارے خدنگِ چشمِ تمام
سفیرِ رحمتِ لولاکؐ سو گلاب میرے!
غُبارِ وہم و گُماں ہیں تمہارے خواب و خیال
ورائے سرحدِ ادراک سو گلاب میرے!
تمہارے ساتھ ہزاروں ہیں تم بھی لاکھوں میں!
ہنوز۔۔سب پہ ہیں کیوں دھاک سو گلاب میرے؟
زکوٰۃِ عشق ادا ہو بہ چشمِ نَم۔۔۔یارو!
حذر! حذر! کہ ہیں نمناک سو گلاب میرے!
دعائے خیر ہو صیّاد کے لئے۔۔ساحرؔ!
ہوائے شام' پئے تاک' سو گلاب میرے!
وہ سابقیں ہیں فَقَدْ نَحْبَہٗ کا تاج۔۔زہے!
یہ لاحقیں ہیں فَمَنْ یَّنْتَظِرُ کی لاج۔۔زہے!

احباب جماعت احمدیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ کا ذکرِ خیر

1962-1952

(پروفیسر) محمد شریف خان۔فلاڈلفیا۔امریکہ

گکھڑ منڈی کا قصبہ ان دنوں آج سے کہیں چھوٹا تھا، اسکی آبادی تقریباً بیس سے تیس ہزار کے درمیان ہوگی۔قصبہ کی اہمیت اسکے جرنیلی سڑک اور کراچی ۔پشاور ریلوے لائن پر واقع ہونے کے علاوہ یہاں ملک کا سب سے پہلا نارمل سکول ہے جس کی پیشانی پر مشہور فقرہ'' دنیا بہترین کتاب اور زمانہ بہترین استاد ہے'' لکھا ہوا ہے۔اس کے علاوہ لڑکیوں اور لڑکوں کیلئے ہائی سکول ہیں اور یہ قصبہ دری بافی کیلئے ملک بھر میں مشہور و معروف ہے۔قصبے سے ہٹ کر منڈی کی آبادی ہے جہاں بازار کے علاوہ منڈی میں اناج وغیرہ کی خرید وفروخت کے لئے آڑھت کی دکانیں ہیں۔ جماعت احمدیہ گکھڑ کے مقامی اور مہاجرین افراد کی تعداد کم وبیش 75 افراد پر مشتمل تھی۔افسوس ہے 1962 سے اب تک گکھڑ کے اکثر بزرگ احباب فوت ہو چکے ہیں۔بقول شخصے۔بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔بہر حال میں نے اس مضمون میں کوشش کی ہے کہ زندہ اور مرحومین احباب کے زیادہ سے زیادہ حالات محفوظ کر لئے جائیں تا کہ مرحومین کے لئے دعا کی تحریک ہو۔

قصبہ گکھڑ کے سب سے پہلے احمدی مکرم اللہ وسایا صاحب مرحوم تھے۔جو پیشہ کے لحاظ سے حجام تھے۔احمدیت قبول کرنے کے بعد مقامی آبادی آپ کو ہر طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بناتی رہتی تھی، مگر یہ اپنے ایمان پر مضبوطی سے تا دمِ آخر قائم رہے۔آپ 1952 سے کافی پہلے وفات پا چکے تھے۔آپکی اولاد کا علم نہیں ہوسکا۔اُن کے جماعتی ذخیرہ کتب میں سے کچھ کتب میرے والد ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب نے بازار میں ردّی میں بکتی ہوئی خریدی تھیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم اللہ وسایا صاحب پڑھے لکھے تھے اور جماعتی لٹریچر کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔نیز انکی اولاد میں کوئی احمدی نہیں تھا۔

مقامی گھرانوں میں چندھڑوں کا گھرانہ سب سے نمایاں تھا۔چندھڑ خاندان کے جدّ چوہدری نواب خان پہلے جھنگ میگھیانہ میں سکونت پذیر تھے۔انکی شادی سیالکوٹ کے ایک احمدی گھرانے میں ہوئی اور اس طرح وہ احمدی ہو گئے۔جب انکے بھائیوں کو یہ خبر ہوئی۔تو ان کی جان کے دشمن ہو گئے۔ایک سکھ کو انعام کا لالچ دے کر چودھری صاحب کا سر لانے کی سازش کی گئی۔خدا تعالیٰ نے چوہدری صاحب کو دشمن کے وار سے بچایا۔ان حالات کے پیشِ نظر سارا خاندان ہجرت کر کے اپنی زمینوں کا تبادلہ کر کے گکھڑ آ بسا۔ جہاں زمینوں کی آمد سے گزر بسر ہونے لگی۔کچھ نے اناج کی آڑھت کا کاروبار کر لیا۔

چوہدری صاحب کے پانچ بیٹے تھے، فتح علی، 1952ء سے قبل فوت ہو چکے تھے، ان کے بیٹے چوہدری محمد مالک صاحب بی اے گوجرانوالہ اور پھر لاہور منتقل ہو گئے تھے۔ آپ جمعہ 28 مئی 2010 کو دارلذکر لاہور کے مین ہال کی پہلی صف میں خطبہ کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ شقی القلب خودکش بمبار کی گولی لگنے سے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اِنَّا للہ واِنَّا اِلَیۡہِ رَا جِعُوۡنَ ۔شہادت کے وقت آپکی عمر 93 سال تھی۔

چوہدری نواب خان صاحب کے باقی بیٹے امانت علی، ظفر علی، سلطان علی صاحبان بھی اب وفات پا چکے ہیں۔یہ سب حضرات اپنے اپنے رنگ میں دین سے اخلاص کا تعلق رکھتے تھے۔چوہدری محمد مالک صاحب شہید فجر کی نماز کے بعد تفسیر کبیر کا درس بڑے خوبصورت اور لذّت آفرین لہجے میں دیتے کہ سامع کے ذہن نشین ہو جاتا۔ اب ان احباب کے بچے لاہور کے علاوہ پاکستان کے مختلف شہروں اور امریکہ، کینیڈا میں آباد ہیں۔چوہدری امانت علی مرحوم کے ایک ہونہار بیٹے مبشر احمد کو خاندان کے اولین شہید ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔عزیز تعلیم الاسلام کالج کے طالب علم تھے چھٹیوں پر گھر آئے ہوئے تھے کہ ایک شقی القلب شخص نے چھری سے وار کر کے شہید کر دیا۔

دوسرا مقامی گھرانہ ٹیلر ماسٹر نور حسین پال صاحب کا تھا۔ماسٹر صاحب مرحوم نے ایک خواب کی بنا پر قادیان جا کر بیعت کی تھی۔گھر میں اتنی مخالفت ہوئی کہ آپکی بیوی چھوڑ گئی، برادری نے حقہ پانی بند کر دیا، آپ فوج میں بھرتی ہو گئے۔اب وہ مین بازار گکھڑ میں اپنے دو بیٹوں محمد اکرم اور محمد مسلم کے ساتھ اپنے 'پال ٹیلرنگ ہاؤس' میں کام کرتے تھے۔آپ ماہر ملٹری اور سول درزی تھے، موصی تھے اب بہشتی مقبرہ میں آسودۂ خاک ہیں۔آپ کے بچے برطانیہ اور امریکہ میں بسے ہوئے ہیں۔

دہاڑی دار داروغہ ہندوستان کے ذیلدار چوہدری سلطان الملک صاحب کا خاندان گکھڑ کے منڈی کے حصے میں رہتا تھا۔آپ بڑے کروفر والے بزرگ تھے آپ کے بیٹے چوہدری فتح محمد صاحب تھے۔ ان کے عزیز کینیڈا اور امریکہ میں آباد ہیں۔ چوہدری جیوے خان صاحب بھی منڈی کے علاقے میں رہتے تھے۔یہ اونچے لمبے مضبوط جسم سرخ وسفید رنگت والے بزرگ تھے، آپ داڑھی اور سر کے بالوں میں سرخ مہندی استعمال

کرتے تھے۔آپ کا نابہ پٹیالہ سے تعلق تھا۔آپ کی بیٹی اور بچے امریکہ کے کسی حصے میں رہتے ہیں۔

میاں غلام محمد صاحب پٹیالوی، اور انکے دو بھائی مشتاق احمد اور سلطان احمد بھی نابہ پٹیالہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ سادہ سے لوگ محنت مزدوری کر کے گزارا کرتے تھے، غلام محمد تو منڈی میں اناج کے لئے پھٹی پرانی بوریوں کی مرمت کر کے روزی کماتے اور اپنا چندہ باقاعدگی سے ادا کرتے۔ انکی بزرگ والدہ محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ مرحومہ جو موصیہ تھیں دریوں کے لئے لوگڑ سوت کات کات کر جو دن بھر کماتیں اس میں سے روزانہ چندہ ادا کرتیں۔اس سلسلے میں آپ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کئی بار اظہار خوشنودی بھی کیا اور حضور نے اغلباً ان بزرگ خاتون کا ذکر اپنی کسی تقریر میں بھی فرمایا تھا۔

مشتاق اور سلطان محکمہ بجلی میں ملازم تھے۔مشتاق تو ریٹائر ہو کر ربوہ چلے آئے ان کے بیٹے امجد محمود صاحب انجمن کے کارکن ہیں جبکہ سلطان احمد بجلی ٹھیک کرتے ہوئے کھمبے سے گر کر عین جوانی میں فوت ہو گئے تھے۔ان بھائیوں کے بچے گکھڑ اور ربوہ میں سکونت پذیر ہیں۔

قادیان سے ہجرت کرنے والے دو خاندان بھی گکھڑ میں آباد تھے۔ایک تو ڈاکٹر صوفی محمد یعقوب صاحب قندھاری جو رفیق حضرت مسیح موعودؑ تھے، آپ نور ہسپتال قادیان کی ڈسپنسری میں کام کرتے تھے۔آپ کا تعلق قادیان کے قریبی قصبہ کڑی پٹھاناں سے تھا، بعد میں قادیان میں آباد ہو گئے تھے۔آپ کے بچے گکھڑ اور ربوہ میں رہ رہے ہیں۔صوفی صاحب جماعت کے امام الصلوٰۃ تھے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے، دعا گو بزرگ تھے۔قادیان سے دوسرا خاندان برکت اللہ صاحب، فیض احمد صاحب اور بھائی عبداللہ صاحب اور انکے بچوں پر مشتمل تھا۔ان میں سے اکثر اینٹیں ڈھونے اور بعض اجناس کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے تھے۔سوائے عبداللہ صاحب کے خاندان کے باقی سب خاندان اب ربوہ میں الف محلہ میں سکونت پذیر ہیں۔

عبدالحق پٹواری صاحب اور ان کے برادرِ خورد مولوی محمد صدیق صاحب جماعت کے اہم رکن تھے۔ان کے بیٹے نصیر احمد صاحب خدام الاحمدیہ کے زعیم تھے۔اور دوسرے بیٹے بشیر احمد نے فوج جوائن کر لی تھی۔

ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب کا خاندان قادیان سے ہجرت کر کے اپنے آبائی گاؤں چکسان میں آ کر آباد ہو گیا تھا، اس وقت ڈاکٹر صاحب ابھی افریقہ میں تھے۔ 1948 میں ریٹائرمنٹ لے کر گاؤں میں آ گئے، بچوں کو سکولوں میں داخل کرا دیا، اور آپ نے گکھڑ میں قریشی میڈیکل ہال کے نام سے عوام کی خدمت کے لئے ڈسپنسری کا آغاز کیا۔ڈاکٹر صاحب چکسان سے روزانہ گکھڑ آ کر مسجد میں نماز ادا کرنے کے علاوہ مریضوں کا علاج بھی کرتے۔ 1952 میں بچوں کو ہائی سکول میں داخلے کے مسائل کے باعث ڈاکٹر صاحب کا خاندان گکھڑ منتقل ہو گیا۔ڈاکٹر صاحب کے بڑے بیٹے ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب مرید کے میں ہسپتال کے انچارج تھے، جبکہ دوسرے بیٹے محمد منیر خان شامی ہجرت کے وقت قادیان میں شہید ہو گئے تھے۔گکھڑ میں خاکسار اور بھائی محمد معین خان صاحب اور بہنوں کو ہائی سکول میں داخل کرا دیا گیا۔اس دوران اباجی کی تحریک پر مجھے زندگی وقف کرنے کی توفیق ملی الحمدللہ۔ میں نے 1956 میں میٹرک کے بعد تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ایف ایس سی اور پھر لاہور سے بی ایس سی اور ایم ایس سی کرنے کے بعد 1963 میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں پڑھانا شروع کیا۔چنانچہ والد صاحب بھی 1965 میں میرے پاس گکھڑ سے ربوہ منتقل ہو گئے۔اس طرح گکھڑ سے میرا براہِ راست **تعلق** منقطع ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ گکھڑ کی کشادہ مسجد تھی۔پانچوں نمازوں کا اہتمام تھا۔مقرر شدہ امام صوفی محمد یعقوب صاحب تھے، انکی غیر حاضری میں، چوہدری سلطان علی، امانت علی، غلام احمد صاحب یہ ذمہ داری ادا کرتے تھے۔

گکھڑ کے سنگلاخ تعصب سے لتھڑی زمین میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تمام احباب باوجود ہر قسم کی سختی اور دل آزاری کے، اپنے ایمان اور خلوص میں مستقل مزاجی سے ترقی کرتے رہے۔1952 کے پر آشوب زمانے میں بھی کسی ایک کے ایمان میں ذرّہ بھر بھی فرق نہ آیا۔گو مسجد احمدیہ کو بدبختوں نے جلا دیا اور طرح طرح سے تکالیف دی گئیں مگر یہ چھوٹی سی مالی لحاظ سے کمزور الٰہی جماعت اپنے ایمان اور ایقان میں چٹان سے بھی زیادہ مضبوط ثابت ہوئی۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ نئی پود کو بھی اپنے آباء جیسا مضبوط ایمان نصیب ہو۔آمین

گکھڑ کے اسوقت کے احمدی طلباء خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے پڑھائی اور نتائج میں قصبہ بھر کیا ضلع بھر میں اوّل تھے۔مجھے یاد ہے مکرم محمد احسن صاحب صدیقی مرحوم، ہیڈ ماسٹر ڈی بی ہائی اسکول۔جو علاقہ بھر میں اپنے ذوقِ سلیم کے باعث مشہور تھے۔میٹرک پاس کرنے والے احمدی طلباء کے سرٹیفکیٹ پر یہ فقرہ خاص طور پر لکھ کر انکی لیاقت کو خراج تحسین ادا کیا کرتے تھے کہ "He has been a gem of my school" (یعنی یہ میرے سکول کا ایک ہیرا تھا) چوہدری ظفر علی صاحب کے بیٹے ڈاکٹر منور احمد مرحوم (آئی سرجن) اور چوہدری سلطان علی صاحب کے بیٹے اعجاز احمد مرحوم و امتیاز احمد (انجینئرز)، ڈاکٹر ریاض احمد مرحوم (ایم۔ڈی) امریکہ میرے زمانے کے ہونہار طالب علموں میں شمار ہوتے تھے۔

میرے اس مضمون لکھنے کی غرض ایک تو ان تمام مذکور احباب کے لئے دعا کی تحریک ہے دوسری یہ کہ مضمون میں ان مذکور افراد کے اوصاف کے بارہ میں یقیناً انکے لواحقین مجھ سے زیادہ جانتے ہونگے۔ دوسری غرض انہیں باور کرانا ہے کہ انہیں اپنے اسلاف کی تاریخ کو حضور کے ارشاد کی تعمیل میں تحریر کر کے اپنی آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر لینا چاہیئے

ع

زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند!

قربانیوں کی عید' عیدالاضحی

حضرت ابراهیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت هاجره کی مثالی قربانی کی یاد تازه کرتی هے

طاہر محمود احمد مربی سلسلہ۔نظارت اشاعت ربوہ

اس عید کا اصل نام عید الضحیٰ یا عید الاضاحی ہے یعنی قربانیوں کی عید۔ عید الضحیٰ حج وطواف بیت اللہ کی توفیق پر مسرت کا اعلان ہے۔ نیز یہ عید حضرت ابراہیمؑ ،حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہؑ کی اس مثالی قربانی کی یاد تازہ کرتی ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اوراس کی توحید کے قیام کے لئے پیش کی تھی۔ باپ نے بھی جذبات کی کامل قربانی کی۔ بیٹے نے بھی اطاعت کا بے مثال نمونہ دکھایا اور ماں کی مامتا بھی محبت الٰہی کی قربان گاہ پر پروانہ وار نثار ہوگئی تھی۔ یہی ایثار وقربانی اور راہِ خدا میں فدائیت کی روح ہے جو اسلامی عیدوں کی بنیاد اوران کا فلسفہ ہے۔

تاریخی پس منظر

جب حضرت اسمٰعیلؑ کچھ بڑے ہو گئے اور چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اسمٰعیل کو خدا تعالیٰ کے لئے قربان کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں انسانوں کی قربانی کا عام رواج تھا اوراسے حصولِ فضلِ الٰہی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ ابراہیمؑ نے بھی خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اخلاص کا امتحان لینا تھا اس لئے اپنے بڑھاپے کی اولاد کو قربان کرنے کو تیار ہو گئے اور بچہ سے محبت کے ساتھ پوچھا کہ تیری مرضی کیا ہے۔ بچہ اگر چہ چھوٹا تھا مگر نبوت کا نوراس کی پیشانی پر چمک رہا تھا۔ نیک باپ کی تربیت کی وجہ سے گو ابھی مذہب کی باریکیاں نہ سمجھ سکتا ہو لیکن اس قدر جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرو۔ باپ نے آنکھوں پر پٹی باندھی اور بیٹے کو ذبح کرنے لگا۔ مگر خواب کا مطلب درحقیقت کچھ اَور تھا اوراس کی تعبیر کسی اور طرح ظاہر ہونے والی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پھر الہام کیا کہ بس اب جانے دے۔ ہم تو اس بچہ کی نسل کے ذریعہ سے انسانوں کو زندہ کرنے والے ہیں تُو اسے مارتا ہے۔ تیرا اخلاص ثابت ہو گیا۔ اب اس وقت اس کے بدلہ میں تو صرف ایک بکرا ذبح کردے۔

بے آب وگیاہ جنگل کا ماحول

آخر وہ وقت بھی آ گیا جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اپنی بیوی ہاجرہؓ اوراس کے معصوم بچے اسمٰعیل کو دور جنگل میں فلاں مقام پر جا کر چھوڑ آؤ۔ اب ابراہیمؑ کو معلوم ہوا کہ اس خواب کی تعبیر کیا تھی جو انہوں نے اسمٰعیل کو ذبح کرنے کے متعلق دیکھی تھی اور وہ اپنی بیوی اور ایک بچہ کو ایک بے آب وگیاہ بیابان میں چھوڑ آنے کے لئے تیار ہو گئے جہاں انہیں چھوڑ کر آنا ظاہری حالات میں قتل کرنے کے مترادف تھا۔ جب اس جگہ پہنچے تو حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ نہ کوئی عمارت تھی۔ نہ آبادی اور نہ پانی۔ نہ کھانے کا کوئی سامان اور پھر لطف یہ کہ سوسو میل تک بھی آبادی کا نام ونشان نہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔ پس انہیں یقین تھا کہ اس میں سب بہتری ہے اور سمجھتے تھے کہ وہ جو خواب میں نے دیکھا تھا کہ بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہا ہوں' وہ درحقیقت یہی قربانی تھی۔ اس طرح ایسے غیر آباد میدان میں جس میں کھانے کو سبزہ تک اور پینے کو کھاری پانی تک نہ تھا۔ بچہ کو چھوڑ کر جانا اسے اپنے ہاتھوں قتل کرنے کے مترادف تھا۔ مگر اب وہ حکمت بھی ان پر ظاہر ہوگئی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنا بچہ یہاں چھوڑ کر جانے کا حکم دیا تھا اور وہ حکمت اس قدیم معبد کی آبادی تھی جسے خدا تعالیٰ اسمٰعیل اوران کی اولاد کے ذریعہ دنیا کے فائدہ کے لئے دوبارہ آباد کرنا چاہتا تھا۔

جدائی کے لمحات

آخر جدائی کا وقت آ گیا۔ ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک تھیلہ کھجوروں کا پاس رکھ کر حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی اور بچہ کو یقینی موت کے سپرد کر کے واپس چلے مگر بشریت کے تقاضے کے ماتحت کچھ ایسے آثار ظاہر ہوئے کہ گو ہاجرہؓ اس تجویز سے بالکل غافل تھی۔ ان کے دل میں شک پیدا ہو گیا اور اپنے خاوند کے پیچھے روانہ ہوئیں اور پاس پہنچ کر پوچھا۔ ابراہیم! ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر جس میں نہ کوئی آدمی ہے نہ کوئی اور چیز کہاں

جارہے ہو؟ جذباتِ غم کی شدت کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور ہاجرہؓ بار بار اس فقرہ کو دہراتی رہیں آخر تنگ آکر ہاجرہؓ نے کہا۔ کیا اللہ نے تم کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ اس پر ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ ہاں۔ حضرت ہاجرہؓ آخر ابراہیمؑ کی بیوی اور اسمٰعیل کی والدہ تھیں اس جواب کے بعد کب شکایت کرسکتی تھیں، جرأت اور دلیری سے جواب دیا۔ تب بیشک آپؑ چلے جائیں۔ جب خدا نے حکم دیا ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کریگا۔ یہ کہہ کر واپس لوٹ آئیں اور بچہ کو بہلانے میں مشغول ہوگئیں۔ ابراہیمؑ جب نظروں سے اوجھل ہوئے تو بیوی اور بچہ کی محبت اور اس بیابان میں چھوڑ کر جانے کے خیال نے دلی جذبات کو ابھار دیا۔ دل بھر آیا۔ بیوی بچہ چونکہ دیکھ نہیں رہے تھے۔ اب دلی جذبات کے اظہار میں کوئی حرج نہ تھا۔ قدیم معبد کے گرے ہوئے آثار کی طرف منہ کیا اور جذبات سے معمور دل کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کی:۔

دعائے مستجاب

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔ (سورۃ ابراہیم آیت 38) اے ہمارے رب میں نے انہیں ایسی وادی میں جس میں کھانا ملنا تو الگ رہا۔ سبزہ تک پیدا ہونا ناممکن ہے۔ تیرے مقدس معبد کے پاس چھوڑا ہے۔ اے میرے رب تا کہ وہ نماز کو قائم کریں۔ پس اے خدا! لوگوں کے دلوں میں تحریک کر کہ وہ ان کی طرف مائل ہوں اور تازہ بتازہ پھل ان کیلئے مہیا کردے تا کہ تیرے فضل پر شکر کریں۔

انتہائی بے قراری کا عالم

یہ دعا کر کے متیقّن دل کے ساتھ ابراہیمؑ تو گھر کی طرف روانہ ہوئے اور ہاجرہؓ اور اسمٰعیل اس بیاباں میں اکیلے رہ گئے۔ مشکیزہ بھر پانی اور ایک تھیلی کھجوروں کی کب تک ساتھ دیتے آخر یہ چیزیں ختم ہوگئیں اور بھوک پیاس نے ان غریب الوطنوں کو ستانا شروع کیا۔ ماں میں قوتِ برداشت زیادہ تھی۔ مگر بچہ جلد نڈھال ہوگیا اور اس کی تکلیف دیکھنے کی برداشت نہ پا کر ماں اِدھر اُدھر دوڑنے لگیں، شاید کہیں سے غذا ملے یا پانی دستیاب ہو۔ پاس کوئی آبادی تو تھی نہیں۔ ساری امید اسی پر تھی کہ کوئی بھولا بھٹکا قافلہ نظر آجائے تو اس سے مدد ملے۔ پاس ہی دو خشک پہاڑیاں تھیں۔ دوڑ کر پہلے ایک پر چڑھ کر چاروں طرف دیکھا۔ پھر دوسری پر چڑھ کر دیکھا۔ کچھ نظر نہ آیا۔ پھر پہلی پہاڑی پر چڑھ گئیں۔ اور اس کے بعد دوسری پر۔ اِسی طرح سات مرتبہ عمل کیا تھا کہ الہام ہوا کہ جا تیری قربانی قبول ہوئی اور خدا تعالیٰ نے تیری فریاد سن لی۔ زمزم کا چشمہ جس کا دہانہ بند تھا تیرے لئے اور تیرے بیٹے کے لئے رواں کردیا۔ واپس آئیں تو دیکھا کہ واقعی چشمہ رواں ہے۔ بچہ کو پانی پلایا اور خود پیا۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان اور بھی تازہ ہوگیا۔

خدا تعالیٰ کے فضلوں کا نزول

پانی کا تو یوں انتظام ہوا، کھانے کا خدا تعالیٰ نے یہ انتظام کردیا کہ قبیلہ جُرھم کا ایک قافلہ راستہ بھول کر وہاں پہنچا۔ چونکہ پانی ان کے پاس ختم ہوچکا تھا اور ہمیشہ اس راستہ پر پانی کی تکلیف ہوتی تھی۔ ان سے اجازت لے کر ایک مستقل پڑاؤ اپنا اس جگہ پر انہوں نے بنالیا اور اپنے آپ کو اسمٰعیل کی رعایا قرار دیا اور اس طرح اس شہر کی بنیاد پڑی جو مکہ کے نام سے مشہور ہے۔

جب اسمٰعیل نوجوان ہوئے تو اللہ نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اب جا اور اس مقصد کو پورا کر کہ جس کے لئے اسمٰعیلؑ کو اس بے آب وگیاہ وادی میں رکھا گیا۔ یعنی ہمارے قدیم معبد کو پھر نئے سرے سے بنا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ پھر اس جگہ آئے اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر اس گھر کو پھر سے تعمیر کیا جو بیت اللہ کہلاتا ہے اور اس طرح اسمٰعیلؑ کی قربانی سے دنیا کی زندگی کی بنیاد پڑی۔

عیدالاضحی اس واقعہ کی یادگار ہے یعنی اس بکرے کی قربانی کے بدلہ میں نہیں جو اسمٰعیلؑ کے بدلے حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کیا۔ بلکہ خود اسمٰعیلؑ کی قربانی کی یاد میں جو بیت اللہ کو آباد رکھنے کے لئے کی گئی۔

تین سوالات

پہلا سوال

عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر غیر حاجیوں کے لئے بھی قربانی واجب ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟

❁ اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر واجب یا ضروری کا سوال ہو۔ تو غیر حاجی تو درکنار حاجیوں پر بھی قربانی ہر صورت میں واجب نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے شریعت نے بعض خاص شرطیں لگائی ہیں۔ مثلاً خالی حج کرنے والے پر (جو اصطلاحاً مفرد کہلاتا ہے) قربانی واجب نہیں بلکہ صرف اس صورت میں واجب ہے کہ وہ یا تو حج اور عمرہ کو ایک ہی وقت جمع کرنے والا ہو۔ جسے اسلامی اصطلاح میں تمتع یا قران کہتے ہیں۔ (البقرہ:197) اور یا وہ ایسے حاجی پر واجب ہے جو حج کی نیت سے

نکلے۔مگر پھر حج کی تکمیل سے پہلے کسی حقیقی مجبوری کی بناء پر حج ادا کرنے سے محروم ہو جائے۔ (البقرہ:197) اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مالی لحاظ سے قربانی کی طاقت رکھتا ہو، ورنہ وہ قربانی کی بجائے روزہ کا کفارہ پیش کرسکتا ہے۔ پس جب ہر حالت میں حاجیوں کے لئے بھی قربانی فرض نہیں ہے تو یہ کس طرح دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ غیر حاجیوں کے لئے وہ فرض یا واجب ہے؟

دوسرا سوال

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بے شک قربانی کی طاقت نہ رکھنے والے غیر مستطیع لوگوں کے لئے قربانی واجب نہ سہی مگر کیا وہ ایسے طاقت رکھنے والے مستطیع لوگوں کے لئے واجب ہے جو غیر حاجی ہوں؟

❁ اس کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرض یا واجب یا سنت وغیرہ فقہی اصطلاحیں استعمال نہیں کیں مگر صحیح حدیث سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کی اور اپنے صحابہؓ کو بھی اس کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

عن ابی عمر قال اقام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالمدینہ عشر سنین یضحی (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ میں دس سال گزارے۔آپ نے ہمیشہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کی۔''

بلکہ آپ کو عیدالاضحیٰ کی قربانی کا اس قدر خیال تھا کہ آپؐ نے وفات سے قبل اپنے داماد اور چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد بھی میری طرف سے عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کرتے رہنا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

عن حنش قال رایت علیا رضی اللّٰہ عنہ یضحی یکبشین فقلت لہ ماھذا قال رسول اللّٰہ صلی علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ۔(ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت حنشؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر دو دنبے قربان کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ دو دنبوں کی قربانی کیسی ہے۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپؐ کی طرف سے قربانی (آپؐ کی وفات کے بعد) کرتا رہوں۔سو میں آپؐ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرنا آپؐ کا ذاتی فعل ہی نہیں تھا بلکہ آپؐ اپنے صحابہؓ کو بھی اس کی تحریک فرماتے تھے۔چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

عن البراء قال خطبنا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم النحر فقال ان اول مانبدأ بہ فی یومنا ھذا ان تصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل ذالک فقد اصاب سنتنا۔

(بخاری ۔ کتاب العیدین باب التکبیر الی العید)

ترجمہ: حضرت براءؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عیدالاضحیٰ کے دن خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ اس دن پہلا کام یہ کرنا چاہیئے کہ انسان عید کی نماز ادا کرے اور پھر اس کے بعد قربانی دے۔سو جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

اور ایک دوسرے موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ:

من وجد سعة ولم یضح فلایقربن مصلانا (احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 321)

ترجمہ: جس شخص کو مالی لحاظ سے توفیق ہو اور پھر وہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی نہ کرے۔اس کا کیا کام ہے کہ ہماری عیدگاہ میں آکر نماز میں شامل ہو۔

تیسرا سوال

بیشک حدیثوں میں عیدالاضحیٰ کی قربانی کا ثبوت ملتا ہے۔لیکن چونکہ قرآن شریف میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے ایک زائد قسم کی بات سمجھی جائے گی۔کیا زمانے کے حالات کے تحت ترک کیا جاسکتا ہے۔؟

❁ یہ خیالات بالکل الحاد اور زندیقی رجحانات سے معمور ہیں۔کیا قرآن شریف نے یہ نہیں فرمایا کہ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب ع 3)

ترجمہ: اے مسلمانو! تمہارے لئے رسول خدا کی سنت میں ایک بہترین نمونہ ہے جسے تمہیں اپنی زندگیوں کے لئے مشعل راہ بنانا چاہیئے اور دوسری جگہ فرماتا ہے اور بار بار کثرت کے ساتھ فرماتا ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (النساء ع 8)

ترجمہ: اے مسلمانو! خدا کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ ساتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی کرو۔''

اب اگر خدا کی اطاعت یعنی دوسرے الفاظ میں قرآنی وحی پر ہی سارے اسلامی احکام کا خاتمہ ہوگیا تھا تو پھر قرآن شریف کو ان الفاظ کے زیادہ کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ (اطیعو ا الرسول) یعنی رسولؐ کی بھی تابعداری کرو۔حق یہی ہے کہ چونکہ قرآنی وحی میں اختصار کی غرض سے کئی جگہ اجمال کا رنگ ہے اور ہر شخص اجمالی رنگ میں احکام کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا ہے۔اس لئے خدا تعالیٰ نے کمال حکمت سے رسولؐ کو بھی شریعت کا حصہ قرار دیا ہے تا کہ شریعت میں کوئی پہلو عدم تکمیل کا باقی نہ رہے اور نہ کوئی شخص جھوٹے عذر بنا کر شریعت کے حکموں کو ٹال سکے۔پس اگر ایک بات قطعی شہادت کے ذریعہ سنت اور حدیث سے ثابت ہو جائے تو وہ ہمیں بہر حال قبول کرنی ہوگی۔

قربانی کا اجر وثواب

عن زید بن ارقمؓ قال قال اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یا رسول اللّٰہ ما ھٰذہ الاضاحی قال سنة ابیکم ابراھیم قالوا فمالنافیھا یارسول اللّٰہ قال بکل شعرة حسنة ۔ (ابن ماجه ومسند احمد بحواله مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:حضرت زید ارقمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! یہ عید الاضحیٰ کی قربانیاں کیسی ہیں۔آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے۔انہوں نے پوچھا کہ ان میں کتنا ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا کے جانور کے جسم کے ہر بال میں قربانی کرنے والے کے لئے ایک نیکی ہے جو اسے خدا سے اجر پانے کا مستحق بنائے گی۔

عیدِ قربان کے مسائل

❁ اس دن ہر مسلمان نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہنے۔اگر نئے کپڑے ہوں تو انہیں زیب تن کرنا بھی موجبِ برکت ہے۔بچوں کو بھی نئے کپڑے پہنائے جائیں۔ اچھے اور عمدہ کھانے تیار کئے جائیں۔

❁ جب سورج اچھی طرح نکل آئے تو عید کی نماز کے لئے عید گاہ میں جائے۔ عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لے جانا چاہیئے۔راستہ میں جاتے ہوئے اور واپسی پر بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولِلّٰہِ الحمد۔ پڑھا جائے۔

❁ عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد پہلی رکعت میں سات زائد تکبیریں کہی جائیں۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے اور ہاتھ کھلے چھوڑے جائیں۔ساتویں تکبیر کے بعد ہاتھ سینہ پر باندھ لے۔سجدہ کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے اُٹھے تو پہلے کی طرح پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے کہے۔

❁ نماز سے فارغ ہو کر خوب غور اور توجہ سے خطبہ سُنے یہ بھی نماز کا ہی ایک حصہ ہے اور ایسا ضروری ہے جیسے خود نماز۔

❁ خطبہ اور دعا سے فارغ ہو کر گھر آئے تو قربانی کے جانور کو ذبح کرے جو مسلمان صاحبِ نصاب ہے (یعنی اس کے پاس اس قدر مال ہے جس سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے) اس کے لئے قربانی ضروری ہے جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لئے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں اپنے بال اور ناخن نہ کٹوائے۔

❁ قربانی کے جانوروں میں سے بکرا اور دُنبہ صرف ایک فرد کی طرف سے قربانی میں ذبح کیا جا سکتا ہے البتہ اگر وہ چاہے تو اپنے اہل وعیال کو اس نیت میں شامل کر سکتا ہے۔ اونٹ اور گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔

❁ دُنبے یا مینڈھے کی عمر کم از کم چھ ماہ ہونی چاہیئے بکرا یا بکری کی عمر ایک سال کی ہو۔گائے کم از کم دو سال کی ہو۔اونٹ کی عمر پانچ سال ہونی چاہیئے۔

❁ قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ اور اچھی صحت کا ہونا چاہیئے۔اگر وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اسے خراب اور ردّی چیز بطور تحفہ دے تو وہ یہ کیونکر پسند کرے گا کہ جو تحفہ اپنے مولیٰ کے حضور پیش کر رہا ہے وہ ناقص اور عیب دار ہو۔

❁ اگر نفاستِ طبع کے پہلو کو ترجیح دینی ہو تو پھر سب سے بہتر دُنبہ یا بکرا ہے پھر گائے اور پھر اونٹ اور اگر زیادہ خرچ میں ذوقِ تسکین پانا ہو تو پھر سب سے بہتر اونٹ ہے پھر گائے اور پھر دنبہ یا بکرا۔

❁ کمزور خراب گوشت والے بیمار یا لنگڑے یا اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں۔کم عیب دار مثلاً 1/3 حصہ دُم یا کان کٹے' سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی معیوب ہے اس سے ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

❁ ذبح کے وقت بِسۡمِ اللهِ اَللهُ اَکۡبَرُ پڑھے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا مانگے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنۡکَ وَلَکَ فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ۔

❁ قربانی کے گوشت کے متعلق بہتر یہی ہے کہ اُس کے تین حصے کرے۔ایک حصہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کرے۔ایک حصہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دے اور ایک حصہ اپنے استعمال میں لائے۔قربانی کی کھال مرکز کی ہدایت کے ماتحت مقامی منتظم کے سپرد کر دے۔

❁ جو لوگ دُور کے دیہات سے عید کی نماز میں شامل ہونے کے لئے آتے ہیں ان کے لئے اجازت ہے کہ اگر وہ چاہیں تو سورج نکلنے کے بعد اپنی قربانی ذبح کر لیں کیونکہ اگر وہ عید کی نماز سے واپس جا کر قربانی ذبح کریں تو اس میں انہیں بہت دیر ہو جائے گی

اورعید کے کھانوں میں قربانی کے گوشت کوشامل کرنے سے محروم ہو جائیں گے جب کہ شہر کے رہنے والے اس گوشت سے بہت لطف اٹھار ہے ہوں گے۔

یہ وہ ہدایات ہیں جن پر عمل کر کے ان برکات سے حصہ پا سکتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے ان تقریبات کے ساتھ وابستہ کی ہیں۔ پس مبارک ہیں وہ جو ان برکات سے حصہ رکھتے ہیں۔

(مسائل ماخوذ از "حج اور عید قربان" مکرم ملک سیف الرحمن صاحب)

قربانی کا فلسفہ اور حقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اے خدا کے بندو! اپنے اس دن میں جو کہ بقرعید کا دن ہے غور کرو اور سوچو۔ کیونکہ ان قربانیوں میں عقل مندوں کے لئے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ اور آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس دن بہت سے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور کئی گلے اونٹوں کے اور کئی گلے گائیوں کے ذبح کرتے ہیں۔ اور کئی ریوڑ بکریوں کے قربانی کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح زمانہ اسلام کے ابتداء سے ان دنوں تک کیا جاتا ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ قربانیاں جو ہماری اس روشن شریعت میں ہوتی ہیں احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ اور ان کو ان قربانیوں پر سبقت ہے کہ جو نبیوں کی پہلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے۔ اور قربانیوں کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ان کے خونوں سے زمین کا منہ چھپ گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان کے خون جمع کئے جائیں اور ان کے جاری کرنے کا ارادہ کیا جائے تو البتہ ان سے نہریں جاری ہو جائیں۔ اور دریا بہہ نکلیں اور زمین کے تمام نشیبوں اور وادیوں میں خون رواں ہونے لگے۔ اور یہ کام ہمارے دین میں ان کاموں میں شمار کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوتے ہیں اور اس سوار کی طرح سمجھے گئے ہیں جو اپنی سیر میں بجلی سے مشابہ ہو۔ جس کو بجلی کی چمک سے مماثلت حاصل ہو اور اس وجہ سے ان ذبح ہونے والے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا ہے۔"

(خطبہ الھامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 31 تا 33)

"اصل روح کی قربانی ہے اے دانش مندو! اور بکروں کی قربانیاں روح کی قربانی کے لئے مثل سایوں اور آثار کے ہیں۔ پس اس حقیقت کو سمجھ لو اور تم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد یہ حق رکھتے ہو اور اس بات کے اہل ہو کہ اس حقیقت کو سمجھو۔ اور تم ان میں سے ایک آخری گروہ ہو جو خدا کے فضل اور رحمت سے اس کے ساتھ شامل کئے گئے ہو۔ اور زمانوں کا سلسلہ جناب الٰہی سے ہمارے زمانہ پر ختم ہو گیا ہے۔ جیسا کہ اسلام کے مہینے قربانی کے مہینہ پر ختم ہو گئے ہیں۔ اور اس میں اہل رائے کے لئے ایک پوشیدہ اشارہ ہے۔"

(ترجمہ خطبہ الھامیہ۔ روحانی خزائن۔ جلد16 صفحہ68 تا 69)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

" قربانی جو عید الاضحیٰ کے دن کی جاتی ہے اس میں بھی ایک پاک تعلیم ہے اگر اس میں مدنظر وہی امر ہے جو جناب الٰہی نے قرآن شریف میں فرمایا۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰـكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔ (الحج :38)

قربانی کیا ہے؟ یہ ایک تصویری زبان میں تعلیم ہے جسے جاہل اور عالم پڑھ سکتے ہیں۔ خدا کسی کے خون اور گوشت کا بھوکا نہیں۔ وہ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (الانعام :15) ہے۔ ایسا پاک اور عظیم الشان بادشاہ نہ تو کھانوں کا محتاج ہے، نہ گوشت کے چڑھاوے اور لہو کا بلکہ وہ تمہیں سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی خدا کے حضور اسی طرح قربان ہو جاؤ جیسے ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان ہوتا ہے۔

کل دنیا میں قربانی کا رواج ہے اور قوموں کی تاریخ پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادنیٰ چیز اعلیٰ کے بدلے میں قربان کی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں میں پایا جاتا ہے۔

1۔ ہم بچے تھے تو یہ بات سنی تھی کہ کسی کو سانپ زہریلا کاٹے تو وہ انگلی کاٹ دی جاوے تا کہ کل جسم زہریلے اثر سے محفوظ رہے۔ گویا انگلی کی قربانی تمام جسم کے بچاؤ کے لئے کی گئی۔

2۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی دوست آ جاوے تو جو کچھ ہمارے پاس ہو اس کی خوشی کے لئے قربان کرنا پڑتا ہے۔ گھی، آٹا، گوشت وغیرہ قیمتی اشیاء اس پیارے کے سامنے کوئی ہستی نہیں رکھتیں۔

3۔ اس سے زیادہ عزیز ہو تو مرغے، مرغیاں حتیٰ کہ بھیڑیں اور بکرے قربان کئے جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر گائے اور اونٹ تک بھی عزیز مہمان کے لئے قربان کر دئے جاتے ہیں۔

4۔ میں نے اپنی طب میں دیکھا ہے کہ وہ قومیں جو جائز نہیں سمجھتیں کہ کوئی جاندار قتل ہو وہ بھی اپنے زخموں کے کئی سینکڑوں کیڑوں کو مار کر اپنی جان پر قربان کر دیتی ہیں۔

5۔ اس سے اوپر چلیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ لوگوں کو اعلیٰ کے لئے قربان کیا جاتا ہے۔ مثلاً چوہڑے ہیں۔ آج عید کا دن ہے مگر ان کے سپرد وہی کام ہے بلکہ صفائی کی زیادہ تاکید ہے۔ گویا ادنیٰ کی خوشی اعلیٰ کی خوشی پر قربان ہوئی۔

6۔ ہندو گئو رکھشا بڑے جوش سے کرتے ہیں۔ لدّاخ کے ملک میں تو دودھ تک نہیں پیتے کیونکہ یہ بچھڑوں کا حق ہے اور یہاں کے ہندو تو دھوکہ دے کر دودھ لیتے ہیں مگر پھر بھی اس سے اور اس کی اولاد سے سخت کام لیتے ہیں یہاں تک کہ اپنے کاموں کے لئے انہیں مار مار کر درست کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی قربانی ہے۔

7۔ادنیٰ سپاہی اپنے افسر کے لئے اور وہ افسر اعلیٰ افسر کے لئے اور اعلیٰ افسر بادشاہ کے بدلے میں قربان ہوتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اس فطرتی مسئلہ کو برقرار رکھا اور اس قربانی میں تعلیم دی کہ ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان کیا جاوے۔

8۔محبت میں انسان بے اختیار ہوتا ہے۔ مگر اس میں بھی قربانیوں کا ایک سلسلہ ہے۔ چنانچہ محبّ بھی بتدریج محبوبوں کے مراتب رکھ کر ایک کو دوسرے پر قربان کرتا رہتا ہے۔ اپنا پیسہ یا جان محبوب ہے مگر دوسرے محبوب پر اسے قربان کر دینے میں عذر نہیں۔ انسان کو مال کی محبت ہے، بی بی کی محبت ہے۔ بچوں کی محبت ہے، یار و آشنا کی، امن وچین کی محبت ہے۔ اللہ کی کتابوں، اللہ کے رسولوں سے محبت ہے۔ سچے علوم سے بھی محبت ہے۔ ان تمام محبتوں کے مراتب ہیں اور ادنیٰ کو اعلیٰ پر قربان کیا جاتا ہے۔''

(خطبات نور صفحہ 432.431)

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

''دنیا میں بہت سی قربانیاں ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ہوتی ہیں۔ بعض اپنے بتوں کے لئے۔ بعض اپنے دیوی دیوتاؤں کے لئے اور بعض اپنے نبیوں کے لئے قربانیاں کرتے۔ حتیٰ کہ بیٹوں کو بھی ذبح کر دیتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کو بتایا کہ بتوں، دیوی دیوتاؤں اور نبیوں کے لئے قربانی کرنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر تم اپنے بیٹوں کی قربانی کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اس طرح کرنی چاہیئے۔ دیکھو ایک بیٹے کی قربانی ہم نے ابراہیم سے کروائی۔ رویا میں قربانی کا نظارہ اس کو دکھایا کہ بیٹے کو ذبح کرو۔ اس رنگ میں ہم نے اس کو بتایا کہ بیٹے کی قربانی یہ ہوتی ہے کہ اس کو ایسی تعلیم دی جائے کہ دین کے لئے وہ اپنے آپ کو قربان کر سکے۔ اور ساری زندگی دین کے لئے وقف کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ کے حکم کے ماتحت چھوڑ آئے جہاں نہ پانی تھا نہ کھانا۔ نہ کوئی ساتھی تھا اور نہ مددگار۔ اور یہی ان کے بیٹے کی قربانی تھی جو انہوں نے کر دی۔ اور یہ بہت بڑی قربانی تھی۔ اپنے ہاتھ سے بیٹے کو ذبح کر دینا آسان ہے لیکن ایک ویران وسنسان جنگل میں بغیر کسی معین و مددگار اور بغیر کسی دانہ پانی کے چھوڑ آنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ذبح کرنے والا سمجھتا ہے کہ ایک دم میں جان نکل جائے گی اور پھر کوئی تکلیف نہ رہے گی۔ مگر جنگل میں اس طرح چھوڑ آنے کا بظاہر یہ مطلب ہے کہ تڑپ تڑپ کر کسی وقت جان نکلے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے لیکن خدا تعالیٰ کا اسی طرح حکم تھا اور اس نے بتا دیا تھا کہ جو میرے حکم کے ماتحت اپنی اولاد کی قربانی کرتے ہیں ان کی اولاد دنیا میں کبھی ضائع نہیں ہو سکتی۔''

(خطبہ عید الاضحی فرمودہ 31/ اکتوبر 1914ء۔ خطبات محمود جلد 2 صفحہ 4-3)

دلکش اور خوبصورت رنگین مجلّہ

طاہر محمود احمد
مربی سلسلہ نظارت اشاعت ربوہ

مجلّہ دیکھ کر تو میری آنکھیں جھلملاتی ہیں
دعا بن کر تمنائیں مری یوں تلملاتی ہیں

خدا لمبی کرے ان مخلصوں کی زندگانی کو
ہمیشہ ٹال دے ان سے مصیبت ناگہانی کو

مضامیں خوبصورت ہیں سجائے دو زبانوں میں
مربہ جات ہیں گویا، پڑے دو مرتبانوں میں

دلوں میں تشنگی پیدا کرے جب دیکھ لیں نظریں
تمنا اور بڑھتی ہے کہ پڑھ لوں سارا لمحوں میں

مگر یہ طائرانہ سلسلہ چلتا ہے گھنٹوں میں
سفر یہ طے نہیں ہوتا ہے یونہی چند منٹوں میں

مضامیں کی لطافت اور سجاوٹ دل پکڑتی ہے
پلا کر معرفت کے جام پھر مسحور کرتی ہے

کہاں جائے گا قاری اس کے رنگیں دیکھ کر جلوے
لگا رکھے ہیں جلووں نے جو اس کی سوچ پر پہرے

خلافت کے نظارے بھی دکھاتی ہیں یہ تصویریں
دلوں میں ولولے بھی پیدا کرتی ہیں یہ تحریریں

بتاؤں اور کیا خوبی کہ کتنا خوبصورت ہے
خلاصہ ہے کہ ہر گھر کے لئے اس کی ضرورت ہے

قسط سوم

ابتلاؤں اور مظالم کے خوفناک ادوار اور جماعت احمدیہ کی ترقیات و روشن مستقبل

سید شمشاد احمد ناصر، مربی سلسلہ، لاس اینجلس امریکہ

تحریک جدید'' جادو کی چھڑی'' کا ذکر کیا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک جدید سے نہ صرف دشمن احمدیت کے دانت کھٹے ہوئے اور زمین ان کے پاؤں کے نیچے سے نکلی بلکہ انہوں نے اس کا خود بھی اعتراف کیا۔ تحریک جدید کی سکیم غلبہ اسلام کی بنیادی اینٹ ثابت ہوئی کیونکہ اس کے جواب میں جو جماعت احمدیہ کے افراد نے ایثار دعمل دکھایا یعنی انہوں نے واقعۃً اپنے امام کی قیادت میں سادہ زندگی اختیار کی اور پیسہ پیسہ بچا کر چندہ ادا کیا جس سے بیرونی دنیا میں تبلیغی مشن اور مراکز اور مساجد بنائی گئیں۔ اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی گئی۔ یورپ کے ممالک میں افریقہ کے ممالک میں اس تحریک جدید کے ذریعہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچایا گیا۔ جہاں اس سکیم کے ذریعہ مالی قربانی میں اضافہ ہوا وہاں جماعت کے نوجوان اب تک اس سکیم کے ذریعہ اپنی زندگیاں وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کر کے اس پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا رہے ہیں۔ اس سکیم کے ذریعہ جماعت کے افراد میں دراصل ایمانی روح پیدا ہوئی اور جو دشمن ہمیں ناکام کرنا چاہتا تھا صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتا تھا اس نے خود اعتراف کر لیا کہ وہ جماعت کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

صرف یہی نہیں بلکہ قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کیے گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کام خلافت خامسہ کی قیادت میں اس وقت بھرپور طریقے سے جاری اور اپنی منزل کی طرف بڑے جوش و جذبہ سے رواں دواں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بار بار احباب جماعت کے سامنے قربانیوں کی اہمیت اور مطالبات تحریک جدید پیش کریں تا کہ ساری جماعت قولاً و فعلاً اس میں شامل ہو۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا:۔

'' قادیان میں بھی اور بیرون جماعتوں میں بھی ہر جگہ جلسے کیے جائیں، لجنہ اماء اللہ الگ جلسے کرے، انصار اللہ الگ جلسے کریں، خدام الاحمدیہ الگ جلسے کریں اور تحریک جدید کے مطالبات اور اس کے اصول کو پھر تازہ کیا جائے اور جماعتوں میں بیداری اور ہوشیاری پیدا کی جائے دوبارہ تحریک جدید کو زندہ کر کے اور اس کے مطالبات کی اہمیت کو بتا کر لوگوں کے اندر زیادہ سے زیادہ قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کیا جائے۔''

(الفضل 15 نومبر 1946)

گزشتہ سال 5 نومبر 2010ء کو ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے 77 ویں سال کا اعلان کرتے ہوئے قرآنی آیت کی روشنی میں انفاق فی سبیل اللہ کے بارہ میں بتایا اور جماعت کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ترقیات کا ذکر بھی فرمایا۔ آپ نے نصیحت فرمائی کہ:۔

'' تم قربانیاں پیش کرتے چلے جاؤ۔ انشاء اللہ جماعت کی یہ قربانیاں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک دن ہماری قلیل تعداد کو کثرت میں بدل دیں گی۔ پس ہم نے کبھی نہیں تھکنا، کبھی نہیں تھکنا''

حضور انور نے فرمایا:۔

'' لاہور کی جماعت نے گزشتہ دنوں بڑی تعداد میں جانوں کی قربانی کے نذرانے پیش کیے ہیں اور اب انہوں نے مالی قربانیوں میں بھی اپنے اس اعزاز کو برقرار رکھا ہے۔''

حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر بھی بطور نصیحت جماعت کو سناتے ہوئے فرمایا:۔

'' ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے........ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور

برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔'' (الوصیت)

(ہفت روزہ بدر 3تا 10 فروری 2011 صفحہ 21)

تحریک جدید کے مقاصد کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا ایک ایمان افروز اقتباس:۔

''اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرناء میں بھر دو ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرناء میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تا تمہاری دردناک آوازوں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے اس غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے تم نے مسیح سے چھین کر وہ تخت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دینا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے پس میری سنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے میری آواز نہیں ہے میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں تم میری مانو خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ'' آمین۔

(سیر روحانی صفحہ 286، 287، جلد 3)

اب ہم جماعت احمدیہ کے ایک اور ابتلاؤں کے تاریخی دور میں داخل ہوتے ہیں۔ جب حکومت پاکستان نے 1974ء میں جماعت کو بلاوجہ قانونی اغراض و مقاصد کی خاطر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ آیئے اس ابتلاء کے دور کی کسی قدر مختصر روداد ''حیات ناصر'' مرتبہ مکرم محمود مجیب اصغر صاحب سے لیتے ہیں۔ وہ کتاب ہٰذا کے صفحہ 397 پر لکھتے ہیں کہ:۔

''1974ء کا سال ایک عظیم ابتلاء لے کر آیا۔ اس وقت کی حکومت کی شہ پر پاکستان میں احمدیوں کے قتل و غارت اور لوٹ گھسوٹ کا بازار گرم رہا۔ معاندین نے احمدیوں کی مساجد، قرآن کریم کے نسخے اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیوں کے گھر نذر آتش کئے، کاروبار تباہ ہوئے، فیکٹریوں کو آگ لگائی گئی، کئی احمدی شہید کر دیئے گئے، غرضیکہ احمدیوں کو بڑی قربانیاں دینی پڑیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو پہلے تحقیقاتی ٹربیونل میں بیان دینے کے لئے لاہور طلب کیا گیا اور پھر جرح کے لئے پاکستان قومی اسمبلی میں اسلام آباد بلایا گیا۔ کئی روز کی جرح کے دوران حضور نے جماعت احمدیہ کے عقائد کی خوب ترجمانی فرمائی۔

جماعت کے لئے یہ بہت نازک وقت تھا۔ حضور جماعت کی دلداری فرماتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور مسلسل کئی کئی راتیں جاگ کر مناجات کرتے رہے اور مخالفت اور ظلم و تشدد کے طوفان کے آگے مضبوط چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے اور اپنی دعاؤں اور اولوالعزمی سے اس کا رخ موڑ دیا۔

پاکستان کی قومی اسمبلی نے جماعت احمدیہ کو آئین اغراض کی خاطر غیر مسلم قرار دیا۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا۔

''وَسِّعْ مَکَانَکَ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ''

کہ تم اپنے مکان وسیع کرو۔ میں ان استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہوں۔

چنانچہ حضورؒ کے پاس جو بھی مصیبت زدہ احمدی ملاقات کے لئے آتا حضورؒ کو مل کر وہ تمام دکھ بھول جاتا اور تعلق باللہ اور توکل اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی بشارتوں کے نتیجہ میں حضورؒ کے چہرے پر جو بشاشت تھی وہ ملاقات کے بعد ان چہروں پر بھی منتقل ہو جاتی اور وہ ہنستے مسکراتے باہر جاتے اور جو قربانیاں اللہ تعالیٰ ان سے لے رہا تھا ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ پاکستان قومی اسمبلی کے اِس فیصلے کی کئی مسلمان حکومتوں نے توثیق کی اور عالمی سطح پر اس مسئلہ کو پہنچانے کی کوشش کی۔ اس موقعہ پر آپ حضرت مصلح موعود کو دی جانے والی اس خدائی بشارت کے مصداق ہوئے جس میں کہا گیا تھا کہ:۔

'' میں تجھے ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا''

(الفضل 18 اپریل 1915)

1974ء کے مصائب سے اس طرح بچ نکلنا حضرت مسیح موعودؑ کی اس دعا کا ثمرہ لگتا ہے جس میں حضور نے انصار دین کے لئے اپنے مولیٰ کے حضور جیسا کہ عرض کرتے ہیں:۔

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصرِ دیں است
بلائے او بگرداں ، گر گہے آفت شوَد پیدا

اس طرح 1974ء سے جماعت احمدیہ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ حضور کو وَسِّع مَکَانَکَ کا جو الہام ہوا تھا اس کے پیش نظر حضور نے جماعت کے تربیتی اور تبلیغی اور دیگر روحانی پروگراموں میں وسعت پیدا فرمائی اور حضور کی حسن تدبیر اور دعاؤں کے نتیجہ میں یہی ابتلاء احمدیت کی غیر معمولی وسعت کا پیش خیمہ بنا۔

اسی سال حضور نے غیر ملکی مہمانوں کے لئے ربوہ میں کئی گیسٹ ہاؤس تعمیر کروانے شروع کئے۔ چنانچہ فضل عمر فاؤنڈیشن، مجلس انصار اللہ مرکزیہ وغیرہ کے گیسٹ ہاؤسز کے سنگ بنیاد رکھے گئے۔

بیرونی ممالک میں مساجد اور مشن ہاؤسز میں وسعت پیدا ہونے لگی، قرآن کریم کے تراجم کے کام کی رفتار بھی تیز ہونے لگی۔ جمہوریہ داھلوی کے دارالحکومت پورٹورو میں پہلی احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ ہندوستان میں دھومی اور بنکس میں مساجد کے سنگ بنیاد رکھے گئے۔ اور ہندوستان میں صوبہ آندھرا پردیش میں مری پیڈا میں مسجد کا افتتاح ہوا۔ اسی طرح گھانا میں فومیان میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تفسیر سورۃ مائدہ تا سورۃ توبہ شائع ہوئی۔ اس سال یوگنڈا کی زبان میں ترجمہ وتفسیر قرآن کی اشاعت ہوئی۔ حضورؒ نے جلسہ سالانہ پر ''حب الوطنی'' کے موضوع پر افتتاحی خطاب اور ''ہمارے عقائد'' کے موضوع پر اختتامی خطاب فرمایا۔ اور جماعت کے افراد میں ایمان و ایقان کی ایک نئی روح پھونک دی۔

1974ء کا سال جماعت کے لئے عظیم ابتلاؤں کا سال تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے بے شمار افضال اور نشان ظاہر ہوئے۔ مالی لحاظ سے بھی جماعت کے چندوں میں اضافہ ہوا۔ پاکستان میں بھی ہزاروں گھرانے احمدی ہوئے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

''ستمبر 1974ء کے بعد بعض علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی رو چلائی ہے کہ وہاں (یعنی پاکستان میں) ہزاروں گھرانے احمدی ہو چکے ہیں اور جو احمدی ہوئے ہیں وہ دن بدن ایمان واخلاص میں پختہ ہوتے چلے جارہے ہیں۔''

(سہ ماہی مشکوٰۃ قادیان خلیفہ ثالث نمبر)

اور چندوں کے اضافے کے بارہ میں فرمایا:

''دنیا مان ہی نہیں سکتی کہ 1974ء کے سال کا چندہ اس سے پہلے امن کے سال کے مقابلہ میں سات لاکھ روپے زیادہ تھا۔''

1974ء میں جو دکھ معاندین کی طرف سے جماعت کو پہنچے وہ بلحاظ کمیت و کیفیت غیر معمولی تھے۔ حضورؒ نے جماعت کو اپنے پیغام میں ارشاد فرمایا:۔

''دوست دریافت کرتے ہیں کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ میرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرو کہ استعینوا بالصبر والصلوٰۃ استقامت، صبر، دعاؤں اور نمازوں کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگو۔ پس صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو۔''

معاندین کی ایذا رسانیوں اور ردعمل کے بارہ میں حضورؒ کا جو تصور تھا اس کا اظہار حضور نے ان الفاظ میں کیا۔ فرمایا:۔

''ہم تو یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ جو اپنی طرف سے ہمارا مخالف ہے
.....اس کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 1975)

مولوی حضرات جماعت احمدیہ کو شروع دن سے ہی غیر مسلم سمجھتے آرہے ہیں اور اس پر کفر کے فتوے بانی جماعت احمدیہ کے وقت سے ہی لگ رہے ہیں، خود حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں آپ کے ساتھ یہ مناظرے اور مباحثات ہوئے اور یہ سلسلہ خلفاء کرام کے زمانہ تک چلتا آیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب مولوی حضرات دلائل کے میدان میں عاجز آجاتے ہیں تو پھر حکومت وقت کا سہارا ڈھونڈتے ہیں کیونکہ اور تو کچھ پیش نہیں جاتی۔ بائیکاٹ کر کے وہ دیکھ چکے ہوتے ہیں، قتل وغارت کر کے وہ خوش ہو چکے ہوتے ہیں، لوٹ مار اور مظلوم احمدیوں کے گھروں کو برباد کر کے کاروبار کو نقصان وہ پہنچا چکے ہوتے ہیں۔ ہر میدان میں جب ان کی جیت نہیں ہوتی، ہر میدان میں جب وہ ہار جاتے ہیں تو پھر حکومت وقت کو نہ صرف اپنے ساتھ ملاتے ہیں بلکہ اپنی گرفت میں لے کر مذہبی دباؤ ڈالتے ہیں۔ یہی کچھ 1974ء میں ہوا۔ نام نہاد علماء نے جماعت کے خلاف ایک تحریک چلائی جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

اور اس وقت کے وزیر اعظم جناب بھٹو صاحب کو مولویوں نے کہا کہ اگر آپ مرزائیوں کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیں تو تاحیات اس ملک کے وزیر اعظم رہیں گے بلکہ یہاں تک کہا کہ آپ کے جوتے بھی صاف کرتے رہیں گے۔ بھٹو صاحب تو یہی چاہتے تھے کہ ایک تیر سے دو شکار کریں انہوں نے قومی اسمبلی کے ذریعہ جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور بزعم خود اس نوے سالہ مسئلہ کو حل کر دیا۔ پھر آپ دیکھیں کہ خود اس وزیر اعظم کا کیا انجام ہوا۔

میں یہاں پر اس موضوع کے متعلق بھی دو تین احادیث پیش کرتا ہوں۔ ترمذی ابواب الایمان میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''میری امت پر بھی وہی حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے۔

اور اسقدر مشابہت ہو گی جسطرح ایک جوتی کو دوسری جوتی سے ہوتی ہے۔ اور بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹ گئی تھی میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی۔''

(ترمذی۔ ابواب الایمان۔ باب افتراق ھذہ الامۃ، مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان۔ باب الاعتصام بالکتاب)

یہ حدیث امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کی ہے امام ترمذی اور حاکم دونوں نے اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے بلکہ امام حاکم نے تو اسے مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے اس حدیث پر سنی اور شیعہ دونوں مکاتب فکر کا اتفاق ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جہاں پر امت کے تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے کی پیشگوئی فرمائی ہے وہاں پر انہی فرقوں میں سے ایک فرقہ کے ''ناجی'' ہونے کی بھی خبر دی ہے اور جس کی ایک اہم علامت یہ بیان کی تھی کہ: مَاأنَا علیہ و اصحابی۔ کہ ان تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجی ہوگا اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ وہ جماعت میرے اور میرے صحابہ کے نمونہ اور نقش قدم پر چلنے والی ہوگی۔

بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ کے متعلق ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس ''ناجی فرقہ'' کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ وہ متحد جماعت ہوں گے اور ظاہر ہے کہ حقیقی جماعت کا تصور بغیر امام کے نہیں ہو سکتا اس لئے جب نبی اکرم ﷺ نے آخری زمانہ کے فتنوں کا ذکر فرمایا تو حضرت حذیفہؓ نے دریافت کیا تھا کہ یا رسول اللہ! ان حالات میں ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا: مسلمانوں کی اس جماعت میں شامل ہو جانا جس کا ایک امام موجود ہو اور اگر کوئی امام والی جماعت نہ ہو تو تمام فرقوں سے کنارہ کش رہنا خواہ درخت کی جڑیں کھا کر گزارہ کرنا پڑے یہاں تک کہ موت آجائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فرقہ واریت اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والوں کے زمانے میں اگر تم خدا کا کوئی خلیفہ دیکھو تو اس سے چمٹ جانا خواہ تمہیں مارا جائے اور مال لوٹ لیا جائے۔

پس جماعت احمدیہ کو مبارک ہو! کہ وہ پیشگوئی جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھی ان کے حق میں پوری ہوئی۔ اور وہ خدا کے قائم کردہ نظام خلافت کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور اس راہ میں ہر قسم کی قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ حال ہی میں لاہور میں جماعت احمدیہ کی مساجد پر حملہ کر کے نہتے عبادت گزار 80 سے زائد احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ پھر چند دن پہلے اسلامی ملک انڈونیشیا میں ایسی بربریت مشاہدہ میں آئی ہے کہ انسانیت ایسے ظلم سے کانپ اٹھتی ہے۔ نہتے احمدیوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر ڈنڈوں سے، چھریوں سے چاقوؤں سے، پتھروں سے مارا گیا اور مار مار کر شہید کر دیا گیا۔ پھر لاشوں کی اس قدر بے حرمتی کی گئی کہ وہ لاشیں پہچانی بھی نہ جاتی تھیں۔ اے شہیدان احمدیت! تم پر لاکھوں سلام کہ تم نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کی یاد تازہ کر دی اور دشمن احمدیت کے آگے گھٹنے ٹیکنے کی بجائے اپنے دین کو ہر قسم کی زندگی پر ترجیح دی خدا تعالیٰ تمہیں اس دنیا میں بھی سرفراز فرمائے اور آخرت میں تم اعلیٰ علیین کا درجہ پانے والے ہو۔ آمین۔

''آج ملت اسلامیہ کے تمام فرقے ایک دوسرے پر جو کفر کے فتوے لگا رہے ہیں اور انتشار کا شکار ہیں۔ لیکن 1974ء میں ان تمام فرقوں نے مل کر متفقہ طور پر جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور یوں یہ بنیادی علامت جماعت احمدیہ کے حق میں بڑی شان سے پوری کر دی کہ بہتر فرقے ایک طرف ہوں گے اور وہ حق پر نہیں ہوں گے اور ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ آج محض 72 فرقوں نے ہی جماعت احمدیہ کو اپنے سے الگ اور تنہا کر کے ناجی فرقہ ثابت نہیں کیا بلکہ صحابہ والی سب نیک اقدار اور اعلیٰ اخلاق بھی اس فرقہ میں من حیث الجماعت موجود ہیں جس کے غیر بھی معترف ہیں۔ پس آج روئے زمین پر ہر پہلو سے رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کا نمونہ اور اسوہ زندہ کرنے والی ایک ہی جماعت ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی خاطر جان و مال اور وقت و عزت کی قربانیاں دے رہی ہے۔ وہی منفرد جماعت جسے آج کلمہ، اذان، تبلیغ، حج وغیرہ سے اسی طرح روکا گیا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ روکے گئے تھے ہاں وہی جماعت آج بیسویں صدی کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی مذہب کے نام پر جبر و تشدد کا نشانہ بن کر صحابہ رسول کی طرح صرف مظلوم ہی نہیں بلکہ ان کے صبر و رضا کا شیوہ بھی اختیار کئے ہوئے ہے۔ اور ایک امام کے ہاتھ پر ایسی متحد ہے کہ اس کے اشارے پر اٹھنے بیٹھنے والی ہے۔ کیا ایسی جماعت کی نظیر آج کی دنیا میں کہیں پیش کی جا سکتی ہے۔''

(مسیح اور مہدی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نظر میں صفحہ: 28 تا 30)

پس 1974ء کے واقعات میں جہاں جماعت پر ابتلاء کا شدید دور آیا اور جماعت کے ہاتھ کشکول پکڑوانے کی پوری کوشش کی گئی مگر خدا کے در پر ان گداؤں اور فقیروں نے صرف اور صرف خدا کے آگے مناجات کیں اور اپنی بے بسی کو خدا کے حضور رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں پیش کیا:

''اے اللہ! ہمیں اپنی وہ خشیت عطا کر جو ہماری اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں ایسی اطاعت کی توفیق بخش جس کے ساتھ تو ہمیں اپنی جنت تک پہنچا دے اور ایسا یقین نصیب کر جو ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان کر دے۔ اور ہمیں اپنے کانوں، آنکھوں اور قوتوں سے فائدہ پہنچا جب تک کہ تو ہمیں زندہ رکھے اور ان قویٰ سے ہمارے وارث پیدا کر اور جو شخص ہم پر ظلم اور زیادتی کرے اس سے خود ہمارا بدلہ لے لے اور جو ہم سے دشمنی کرے اس کے خلاف ہماری مدد کر اور ہمیں اپنے دین کے بارہ میں مصیبت میں نہ ڈالنا اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا غم نہ بنا دینا۔ نہ ہی ہمارے مبلغ علم کو ہمارا روگ بنانا اور ہم پر ایسے حکمرانوں کو مسلط نہ کرنا جو ہم پر رحم نہ کریں۔

اے میرے ربّ! میری مدد کر اور میرے خلاف مدد نہ کر۔ اور میری نصرت فرما اور میرے خلاف دشمن کی نصرت نہ کرنا اور میرے لئے تدبیر و حیلہ کر اور میرے خلاف تدبیر نہ کرنا اور مجھے ہدایت پر قائم رکھ اور راہ ہدایت میرے لئے آسان بنا دے اور جو شخص مجھ پر زیادتی کرے اس مقابل پر میری مدد فرما۔''

(خزینة الدعاء صفحه نمبر 88)

1974ء کے فیصلہ کے بعد خدا تعالیٰ کے درویش صفت خلیفۃ المسیح مرزا ناصر احمدؒ نے جلسہ سالانہ پر ساری جماعت کے ساتھ بڑے درد کے ساتھ دعائیں کیں اور خدا تعالیٰ نے جماعت کو اپنی نصرت، طاقت اور قدرت کا نشان دکھایا وہی نشان جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمدؑ کے ساتھ کیا تھا کہ: اِنِّی مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ وَ اِنِّی مُعِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ (تذکرہ:200)۔ ظالم تختہ دار پر لٹکا اور جماعت کی خدا تعالیٰ نے نصرت فرمائی۔

میں کیونکر گن سکوں تیری عنایات
ترے فضلوں سے پُر ہیں میرے دن رات
مری خاطر دکھائیں تو نے آیات
ترحُّم سے مری سن لی ہر اک بات
کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات
عطا کیں تو نے سب میری مرادات
پڑا پیچھے مرے جو غولِ بد ذات
پڑی آخر خود اُس مُوذی پہ آفات
ہوا انجام سب کا نامرادی
فَسُبْحَانَ الَّذِی اَخْزَی الْاَعَادِیْ

عیدِ قربان کے حوالے سے

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

اک خواب تھا کہ خواب مسلسل کہیں جسے
اک در تھا، بند اور مقفل کہیں جسے
اک گفتگو کہ فصلِ مفصل کہیں جسے
عیدالاضحیٰ کہ کتنے خیالوں کا نام ہے

قربانیوں کا نام محبت کہیں جسے
اک رشتہء دوام کہ چاہت کہیں جسے
انسانیت کی لاج ' مروت کہیں جسے
عیدالاضحیٰ کہ کتنے سوالوں کا نام ہے

وہ دَور تھا کہ دَورِ جہالت کہیں جسے
اک عمر تھی کہ دورِ کفالت کہیں جسے
بیٹے سے ایسی بات کہ خجالت کہیں جسے
عیدالاضحیٰ کہ کتنے حوالوں کا نام ہے

اک باپ کا سوال کہ عدالت کہیں جسے
اک وقفہ، اک سکوتِ طوالت کہیں جسے
بیٹے کا اک جواب رسالت کہیں جسے
عیدالاضحیٰ کہ دل کے شوالوں کا نام ہے

دنیا کے کس کنارے پہ ایسا صبیح ہے؟
کیسا بلیغ پُوت ہے کیسا فصیح ہے؟
زندہ ہو تا ابد؟ کوئی ایسا ذبیح ہے؟؟
عیدالاضحیٰ کہ مکڑی کے جالوں کا نام ہے

دُعا کی اہمیت

صفیہ رعنا بیگم

خداوند کریم زندگی کا ایک چشمہ ہے یہی سیراب کرتا ہے۔اور یہی ہر دُکھ ہر مصیبت سے بچاتا ہے۔ خداتعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق اور اسکے تاثرات کا علم ہونے پر کون ہے جسکی روح بے اختیار آستانہ ربّ کریم پر گرنے کیلئے تڑپ نہ اُٹھے۔ایسی حالت میں تسکین واطمینان حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ دعا ہے۔ جسکی جامع شکل نماز ہے۔نماز کو عبادت کا اور دعا کو نماز کا مغز کہا گیا ہے۔

دعا کی اہمیت یہ ہے کہ متقی سعید بندے اور اسکے رَبّ کے درمیان تعلق جاذبہ ہے یعنی پہلے خداتعالیٰ کی رحمانیت بندے کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ اپنے صدق کی کششوں سے خداتعالیٰ کے نزدیک ہوجاتا ہے۔اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواصِ طبیعہ پیدا کرتا ہے۔نماز میں سورۃ فاتحہ کی دعا نہایت موثر ہے۔جس میں پہلے بندہ خدا کی صفات بیان کرتا ہے پھر عاجزی سے (اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ) کا اظہارِ عبودیت کرتا ہے اور کبھی تکرار آیت (اِھْدِ نَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم) کرتا ہے۔یعنی اپنے لئے بندہ ہدایت مانگتا ہے۔اگر کوئی کسی مشکل میں مبتلا ہوکر خداتعالیٰ کی طرف کامل یقین سے جھکتا ہے اور گڑگڑا کر اپنے جسم اور رُوح کو بیدار کرکے نہایت عاجزی سے رورو کر دعا کرتا ہے تو خداوند کریم کی عنایت کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ بارگاہِ ایزدی بڑا درجہ ہے جہاں خدا اُسکی دعا سنتا ہے۔ ہر پریشانی ہر مشکل دُور کرنے کیلئے اور خیروبرکت حاصل کرنے کیلئے ایک مجرب نسخہ دعا ہے۔ سچی دعا جو دل سے نکلے وہ ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کردیتی ہے۔اس میں بڑی تاثیر ہے جہاں تک قضاو قدر کے سلسلے کو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔کوئی کتنا ہی مصیبت میں غرق کیوں نہ ہو، دعا اس کو بچالے گی۔ خداوند کریم نے خود مجھے کئی دفعہ دعاؤں کے فیض سے نوازا ہے۔اور میرے شدید دُکھ کو دُور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے۔ اُسکی کریمی کا بہت بڑا سمندر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔اسکے فضل طلب کرنے کیلئے دردِ دل سے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر رورو کر صدقِ دل سے دعا مانگنی چاہیئے۔اُسکی کبریائی سامنے رکھ کر جو اللہ کی قدرت کے عین مطابق ہو۔عاجزی اضطراب اور اشکوں سے شکستہ دل سے بھری ہوئی دعائیں خدا کے فضل کو کھینچ لاتی ہیں۔اور قبول ہوکر سکون بخشتی ہیں۔اللہ کے پیارے حبیبؐ ساری ساری رات کھڑے ہوکر اُمت کیلئے دعائیں مانگتے تھے یہاں تک کہ اُن کے پاؤں سُوج جاتے تھے۔ ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے یا جو اولیاء عجائبات کرامات دکھاتے رہے۔انکا اصل مقصد اور منبع یہی دعا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک الفاظ میں دعا وہ ہتھیار ہے جو اس زمانہ کی فتح کیلئے مجھے آسمان سے دیا گیا۔تم اس حربے سے غالب آسکتے ہو۔حضورؑ کو قبولیت دعا کا نشان دیا گیا۔اور دعا کی قبولیت کی اہمیت کا نشان دیا گیا۔ ہر احمدی اسکا ثبوت ہے دعائیں کرنا ہمارا ایمان ہے۔حضرت مصلح موعودؓ کا ایک شعر یاد آگیا ؎

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زورِ دُعا دیکھو تو

اس لئے دعاؤں کی عادت ڈالو۔اور خضوع اور خشوع کے ساتھ نماز اور دعاؤں کی طرف توجہ دو۔ دعاؤں میں بڑی تاثیر ہے دنیا کا ہر انسان چاہے وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو یا جس ملک میں ہو۔ ہر مشکل وقت میں ہر ذی روح ہاتھ پھیلا کر دعا مانگے تا خداتعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔سومبارک وہ انسان ہے جو دعا کی اہمیت سمجھے اور دعاؤں کے ذریعے اللہ کریم سے صدق دِل سے گناہوں سے معافی مانگے۔خدا مستجاب الدعا ہے۔ وہ ضرور قبول کرے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ دعا ہمارا ایمان ہے۔اللہ کی رسی کو دعاؤں کے ذریعے سے مضبوطی سے پکڑا جائے تو خداوند تعالیٰ ضرور اپنے فضلوں سے نوازے گا۔یہ میرا ایمان ہے، انشاءاللہ۔

☆......☆......☆

نقشِ فروزاں

مبارکہ ابرار، کراچی

وقت کے ریگ زاروں پہ چلتے
زندگی کے غموں سے گزرتے
ذہن کیا کچھ بھلا ڈالتا ہے
ہاں مگر کوئی نقش ایسا بھی ہے
جو ہمیشہ فروزاں رہا ہے!
میرے ماں باپ نے جو سکھایا
مجھ کو پہلا سبق جو پڑھایا
ہو بسیرا جہاں میں کہیں بھی
جس افق پر بھی تم جگمگاؤ
ربط مرکز سے ہرگز نہ ٹوٹے
نہ ہی دامن خلافت کا چھوٹے!
دین و دنیا کی ہر خیر و برکت
اس ہی وابستگی سے جڑی ہے
کوئی مشکل ہو کیسی گھڑی ہو
بارگاہِ خلافت میں لکھنا!
دیکھنا مردِ حق کی دعائیں
دکھ کے لمحوں میں جب ساتھ دیں گی
معجزوں کا اثر دیکھ لو گے
گو لفافہ سرہانے دھرا ہو!
وہ دعائیں ہی درماں بنیں گی
فضلِ ربّی سے دامن بھریں گی
یہ سبق ذہن میں بس چکا ہے
خوں کی گردش میں شامل رہا ہے
اور ہمیشہ فروزاں رہا ہے!
زندگی کے کٹھن راستوں میں
بارہا ایسے لمحے بھی آئے
کوئی ہمدم نہ کچھ آسرا تھا
ہر طرف تھے مصائب کے سائے
زندہ رہنا بھی دشوار تر تھا!
لیک دنیا کی ہر خیر و برکت
اس ہی وابستگی سے جڑی تھی
ایک در تھا جو ہر دم کھلا تھا!
دکھ کو تسکین سے جو بدل دے
میرے آقا کا دستِ دعا تھا
فضلِ ربّی کو جو کھینچ لائی
پر اثر تھی دعا نیم شب کی
موت آکر پلٹ سی گئی تھی
معجزہ رونما ہو چکا تھا
گو لفافہ سرہانے دھرا تھا!
درِ مولیٰ سے جو کچھ ملا ہے
میرے مالک کی جو بھی عطا ہے
سب خلافت کے صدقے ملا ہے!
جان بھی وقت بھی مال بھی میری اولاد بھی
میرے دامن میں جو کچھ بچا ہے
اسی چوکھٹ پہ سب کچھ فدا ہے
اپنے وعدے نبھا کر دکھا دوں
عہد سارے وفا کرسکوں میں
میرے مالک یہ وعدہ ہے تجھ سے
وقت کا جو تقاضا ہو مجھ سے
جان اپنی خلافت پہ دے دوں!

ہماری عیدیں

لطف الرحمٰن محمود

مختلف مذاہب میں دینی اہمیت کے تہوار

دنیا کے مذاہب کے رنگ' قوسِ قزح کے تنوّع سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس بوقلمونی میں ان مذاہب کے تہواروں کی رنگینی بھی شامل ہے۔ ہندومت، دینِ زرتشت، یہودیت، مسیحیت اور آخر میں' خاتم الادیان' دینِ اسلام کے مذہبی تہواروں کو خاص شہرت حاصل ہے۔ بنیادی طور پر مذہب کا حصہ ہونے کے باوجود ان تہواروں کی ثقافتی اور تہذیبی اہمیت بھی ہے بلکہ بعض تہواروں میں تاریخی ارتقاء کا دلچسپ پہلو بھی موجود ہے۔ قدیم رومن، 25 دسمبر کو سورج کی ولادتِ نَو کا جشن منایا کرتے تھے۔ جب اس بُت پرست معاشرے نے مسیحیت قبول کر لی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانحہءصلیب، ہجرت اور وفات کے کئی سو سال بعد'' کرسمس'' کو اسی تاریخ سے وابستہ کر دیا گیا۔ دینِ زرتشت کا یومِ عید' یعنی نوروز، ایران کے اثناعشری شیعہ ہو جانے کے بعد، اُن کے کیلینڈر کا حصہ بن کر گویا'' مشرّف بہ اسلام'' ہو گیا۔ ایرانی اب بھی نوروز مناتے ہیں۔ ہندومت' خود کو یہودیت سے بھی پرانا مذہب گردانتا ہے۔ ہندوؤں میں تہواروں کی کمی نہیں۔ جنم اشٹمی' کرشن کی ولادت کا دن ہے۔ اُن کی ولادت رات کے وقت ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ یہ تقریب رات کو شروع کی جاتی ہے ایک جُھولا نکالا جاتا ہے، جس میں ایک خوبصورت بچے کے مجسّمے کو' کرشن مہاراج کے طور پر جُھلایا جاتا ہے۔ مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں۔ دیوالی کا دولت کی دیوی، لکشمی کی پوجا سے خاص تعلق ہے' رام چندر جی کے ہاتھوں لنکا کے راجہ راوَن کی تباہی اور وہاں سے سِیتا کی واپسی کی یاد میں دُسہرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہولی ایک دیوی ہولیکا کی ذلت وشکست کی یاد سے وابستہ ہے۔ اس میں لوگ پانی میں رنگ گھول کر ایک دوسرے پر پھینکتے ہیں۔ نسل، ذات پات، اُونچ نیچ، مرد، عورت، آقا، نوکر۔۔۔ غرض تمام فرق ختم ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کو رنگوں میں نہلا دیا جاتا ہے۔ اگر تہواروں کی فہرست تیار کی جائے تو یہودیت سب سے آگے نکل جائے گی۔ بعض تہوار تو آٹھ دس دن تک جاری رہتے ہیں۔ یہود کے تہواروں میں مذہبی روایات کا پس منظر موجود ہے مگر اُن کا فصلوں کی کٹائی اور پھلوں کو جمع کرنے کے موسموں (Harvest) سے بھی تعلق ہے۔ بعض تقاریب کا ان کی فتوحات اور شکستوں سے تعلق ہے۔ الغرض خوشی اور غم کے تانے بانے جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ عیدِ فسح (Passover) بنی اسرائیل کے ہفتہ وار سبت کے بعد' سب سے اہم سالانہ تقریب ہے جو آٹھ دن تک جاری رہتی ہے۔ مصر سے بنی اسرائیل کی آزادی اور نجات کے سفر سے قبل، اللہ تعالیٰ نے ہر مصری کے پلو ٹھے لڑکے کو ہلاک کر دیا۔ مگر عین اُس وقت اسرائیلیوں کے گھرانے اس تباہی سے معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔ یہ عید اس معجزہ اور مصر کی غلامی سے نجات کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ اس کا حکم تورات میں موجود ہے (خروج باب 12 آیات 15 تا 20' استثناء باب 16 آیات 3 تا 8) حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ شریعتِ موسوی کے پُر جوش عامل تھے' اس لئے وہ اور اُن کے حواری عیدِ فسح کا خاص طور پر اہتمام کرتے تھے۔ ضمناً عرض ہے کہ عیدِ فسح کی ضیافت والی رات ہی کو' یہودا اسکریوطی نے یہودی علماء سے ساز باز کر کے، حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کروایا تھا۔ یہود کا دوسرا بڑا تہوار'' ہفتوں کی عید'' (Pentecost) ہے۔ اس کے منانے کا بھی تورات میں حکم دیا گیا ہے (خروج باب 34 آیت 22)۔ اس کا مذہبی پہلو یہ ہے کہ یہ عید وادیٔ سینا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکام شریعت عطا کرنے کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ مگر زرعی اور معاشی پہلو یہ ہے کہ یہ گندم کی کٹائی کا موسم ہے اور اس کام سے بھی اس کا تعلق ہے۔

یوم کپور (Yom Kippur)' یہود کا نیا سال (Rosh Hashunah)' حُنوکہ (Hanukkah) وغیرہ کئی اور تقاریب ہیں۔ حنوکہ کا تورات میں کہیں ذکر نہیں ملتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے تقریباً بارہ صدیاں بعد، اسے پہلی مرتبہ 165 قبل مسیح میں منایا گیا۔ یہود کی ایک مختصر سی فوج نے اُس شامی لشکر کو شکست دی جو یروشلم کی یہودی عبادت گاہ میں یونانی دیوتا Zeus کی پرستش جاری کرنا چاہتا تھا۔ اس فتح کی یاد میں روایتی شمع دان میں موم بتیاں روشن کی جاتی ہیں۔ اس شمع دان کو Menorah کہتے ہیں۔ یہی شمع دان حکومت اسرائیل کا سرکاری نشان ہے۔ مسیحیت میں' یہودیت کے برعکس' کرسمس اور ایسٹر وغیرہ تقریبات کا تعلق اُن کے بانی حضرت مسیح ابن مریمؑ کی ولادت یا سانحہ صلیب کے دو یا تین دن بعد، مسیحی عقیدہ کے مطابق'' دوبارہ جی اٹھنے'' سے ہے۔ قرآن مجید لَارَیْبَ فِیْہِ الہامی کتاب ہے اس سے استفادہ کے بعد ہمیں تو کسی قسم کا ابہام

درپیش نہیں لیکن یہود ونصاریٰ میں حضرت عیسیٰ ؑ کی ولادت، زندگی، مشن، وفات، بعثت ثانیہ، ہر معاملہ میں اختلاف اور جھگڑا ہی جھگڑا ہے۔ یہی کیفیت مسیحی تہواروں کی ہے۔ اب تو مسیحی دانش ور بھی 25 دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا "روایتی یوم پیدائش" کہنے لگے ہیں۔ ایسٹر پر بھی بعض مسیحی فرقوں کا باہمی اختلاف ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حقیقی یوم پیدائش اگست یا ستمبر میں تلاش کرنا چاہیئے۔

اسلام کی دو عیدوں کا پس منظر

اسلام میں عیدوں کے دو تہوار ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیہ حضرت نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کے زمانے میں، بلکہ اُن کے بعد بھی کئی صدیوں تک صرف یہی دو تہوار منائے جاتے رہے۔ دوسری تقریبات کو بہت بعد میں رائج کیا گیا ان تہواروں یا تقریبات کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

ان عیدین کے مذہبی پس منظر سے اُن کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ عید الفطر کے بعض اور نام بھی ہیں۔ مثلاً عید الصغیر، ترکی میں اسے "شکر بیرم" بھی کہتے ہیں۔ ترکی چونکہ چار پانچ صدیوں تک خلیفۃ المسلمین کی تخت گاہ رہا ہے۔ اس وجہ سے بعض مسلمان ممالک میں خاص طور پر وہ ممالک جن پر ترکی کی حکومت رہی ہے، عید الفطر کو شکر بیرم کہا جاتا ہے۔

رمضان المبارک کے روزوں کے اختتام پر، اسلامی تقویم کے دسویں مہینے، شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر کا تہوار منایا جاتا ہے۔ یعنی ماہِ رمضان کی جسمانی اور روحانی عبادات سے استفادہ کی توفیق ارزانی پر اظہارِ تشکر اس تقریب کا پس منظر ہے۔ چونکہ اس موقعہ پر اچھے، لذیذ اور میٹھے کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، اسے "میٹھی عید" بھی کہا جاتا ہے۔

عید الاضحیہ قربانیوں کی عید کو ترکی میں "قربان بیرم" کہا جاتا ہے۔ اسے "عید الکبیر" بھی کہا جاتا ہے۔ اسی اصطلاح کے تتبع میں اسے برصغیر پاک و ہند کے بعض علاقوں میں "بڑی عید" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ عید اسلامی کیلنڈر کے آخری مہینے یعنی ذوالحج کی دسویں تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ یعنی یوم الحج، وقوف عرفہ سے اگلے دن، میدان عرفات میں قیام، حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔ اگر کوئی شخص، احرام، طواف، سعی وغیرہ باقی ارکان ادا کر بھی لے لیکن وقوف عرفہ سے محروم رہے تو اُس کا حج نامکمل رہتا ہے۔ اُسے حج کا از سرِ نو اہتمام کرنا پڑے گا۔ بالفاظ دیگر عید الاضحیہ کا پس منظر، اختتام حج ہے۔ عید الاضحیہ نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اُس دن، (اور اس کے بعد دو اگلے دنوں میں بھی) صاحب نصاب مسلمان، حسب توفیق، بھیڑ بکری، گائے، اونٹ وغیرہ جانور قربان کرتا ہے۔ یہ قربانی چار ہزار سال پرانی سنّتِ ابراہیمی کی یاد میں دی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے اپنی ایک رویا کی عملی تعبیر کے طور پر اپنے فرزند اسماعیلؑ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنا چاہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی اپنی ذوقی تعبیر اور ذاتی اجتہاد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے تقویٰ و اخلاص کو قبول فرمایا اور اس ابتلا کو ٹال دیا اور آخری لمحات میں ایک مینڈھا قربان کیا گیا۔ ہر سال، عالمِ اسلام میں، اس واقعہ کی یاد میں، جانور قربان کئے جاتے ہیں۔ بلا مبالغہ ہر سال کئی ملین جانور قربان کئے جاتے ہیں۔ اس عالمگیر منظر پر وَفَدَیْنٰـہُ بِذِبْحٍ عَظِیْم کا حقیقی اطلاق ہوتا ہے۔

دونوں عیدین کے پس منظر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان اسلامی تقریبات کا حضرت نبی کریم ﷺ کی ولادت یا وفات سے تعلق نہیں۔ نہ ان کا جَو، گندم کی کٹائی یا کھجور، انگور، زیتون، انجیر وغیرہ پھلوں کو جمع کرنے سے تعلق ہے۔ اور نہ ہی تاریخ اسلام کے جہاد و قتال یا دفاعی معرکوں میں فتح و شکست سے کوئی رشتہ ہے۔ اسلام کی دو اہم عبادات، یعنی دو ارکانِ دین، صوم رمضان اور حج بیت اللہ کی بجا آوری سے تعلق ہے۔ مجھے یہ لکھتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ اس معاملے میں بھی، اسلام کو انفرادیت اور امتیازی عظمت حاصل ہے۔ اگرچہ عید الفطر اور عید الاضحیہ کا ان ناموں کے ساتھ قرآن مجید میں ذکر موجود نہیں مگر صیام رمضان اور حج بیت اللہ کے احکام موجود ہیں۔ اور اس حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیّبہ کی تفصیل محفوظ ہے۔ مزید برآں عید الفطر اور عید الاضحیہ کا مقام سنّتِ مؤکدہ کا ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے یہ نمازیں پڑھائیں اور ان میں شامل ہونے کیلئے تلقین فرمائی۔ ان ارشادات اور تفاصیل کا ذکر بھی اپنے مقام پر آئے گا۔

بعض اور تقریبات کا اضافہ

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دَور کے بعد صدیوں تک عید الفطر اور عید الاضحیہ ہی کو اہم تقاریب کا مقام حاصل رہا۔ بہت بعد میں، بعض اور تقریبات کو اسلامی تہواروں کی فہرست میں شامل کر دیا گیا مثلاً 12 ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی صلّی اللہ علیہ وسلم 27 رجب کو "شب معراج" اور 15 شعبان کو "شب برأت"۔

اسراء اور معراج، حضرت نبی کریم ﷺ کے دو الگ عظیم الشان روحانی تجربات ہیں۔ جن کا قرآن مجید میں دو الگ سورتوں میں ذکر ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل (جسے سورۃ اسراء بھی کہا

جاتا ہے) کی آیت 2؛اورسورۃ النجم کی آیات 8 تا 18۔ کتب احادیث میں بھی اسراء ومعراج پر مفصل روایات موجود ہیں۔ اسراء ومعراج پر علماء نے کتابیں رقم فرمائیں۔ مفسّرین نے تفاسیر میں بحث کی۔مگر ابتدائی صدیوں میں اسے تہوار یا تقریب کے طور پر منانے کا رواج نہیں تھا۔نسبتاً یہ ایک تازہ پیش رفت ہے۔ہمیں احادیث میں اسلامی کیلنڈر کے آٹھویں مہینے شعبان کا ذکر ملتا ہے۔حضور صلّی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں بڑی کثرت سے نفلی روزے رکھا کرتے۔ بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ کی روایات میں ان نفلی روزوں کا ذکر محفوظ ہے۔اس وجہ سے شعبان کو احتراماً شعبان المعظم بھی کہا جاتا ہے۔لیکن بعد میں دلدادگانِ تقریبات نے 15 شعبان کو''لیلۃ البرأت'' قرار دے دیا۔ برصغیر پاک وہند میں اسے ''شبِ برات'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہاں مشہور ہے کہ اس رات زندگی موت کے فیصلے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ بندوں کی مغفرت کیلئے نچلے آسمان پر تشریف فرما ہوتا ہے۔اس سے بات آگے بڑھی تو اس شب مرحومین کے ایصال ثواب کیلئے خاص دعاؤں کا اہتمام،غرباء میں کھانوں کی تقسیم کا سلسلہ شروع ہو گیا،اگر غرباء فیضیاب ہوں تو لازماً اعزّہ واقارب کیلئے کھانے اور ضیافتیں ہوں گی۔اس صورت حال میں بہو بیٹیوں کو جوڑے بھی دیئے جائیں گے۔لوگ قبرستانوں کا رُخ کرتے ہیں۔قبروں کی مرمّت کی جاتی ہے۔ایک اور پہلو بھی نوٹ فرمالیں برّصغیر کے مسلمانوں نے دیوالی کی روشنیوں کو15 شعبان کا حصہ بنا دیا اور دِیوں اور فانوسوں کی بہار کے ساتھ ساتھ اب چراغاں کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔مسجدیں اور دیگر عمارتیں قمقموں سے سجادی جاتی ہیں!!

بعض تہوار اور تقریبات مختلف فرقوں نے شامل کر دیں۔مثلاً سانحہ کربلا کی یاد میں اہلِ تشیع نے محرم کے پہلے دس دنوں میں مجالسِ عزا اور عاشورشام غریباں علَم اور ذوالجناح وغیرہ کو اجاگر کیا۔اسی طرح ''عید غدیر'' بھی شیعہ حضرات کا خاص دن ہے جو18 ذوالحجہ کو منایا جاتا ہے۔اُن کا عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے سفر کے دوران،مکّہ اور مدینہ کے درمیان،خم غدیر کے مقام پر،حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ اور جانشین نامزد فرمایا۔اہلِ سنّت اس عقیدہ ونظریہ اور اس واقعہ کی یہ تعبیر وتشریح قبول نہیں کرتے۔اہلِ سنّت والجماعت کے ہاں بھی اس قسم کی پیش رفت ہوئی ہے۔ برصغیر پاک وہند کے حوالے سے بریلوی اور دیوبندی دو مشہور فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی ضدّ ہیں۔ بریلوی حضرات بعض بزرگان اُمّت کے یوم وفات پر اُن کا ''عُرس'' مناتے ہیں۔ جب کہ دیوبندی مکتب فکر کے لوگ اسے ''قبر پرستی'' قرار دے کر اس کی مذمّت کرتے ہیں۔ بلکہ کچھ عرصہ سے پاکستان میں اولیاءاللہ کے مزاروں کو جان لیوا دھماکوں اور خودکش حملوں میں تباہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

''عُرس'' کی اصطلاح بھی کچھ عجیب سی ہے۔اس عربی لفظ کا بنیادی مطلب شادی، بیاہ، نکاح، حقوقِ زوجیت کی ادائیگی، زفاف کے ہیں۔اولیاءاللہ کی وفات یعنی وصال الٰہی کیلئے اس لفظ کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ سوال پیدا ہوتا ہے کس کی شادی؟ کس سے شادی؟ کیسی شادی؟ اہلِ مراکش کو داد دینا پڑتی ہے جو''عُرس'' کی بجائے ایک بہتر لفظ استعمال کرتے ہیں۔مراکش میں عرس کے متبادل کے طور پر'' موسم'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔مثلاً'' حضرت عبدالقادر جیلانی کے عُرس'' کیلئے وہ کہیں گے'' موسم عبدالقادر جیلانیؒ''۔کوئی معترض یہ سوال اُٹھا سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ نے بھی تو بعض دنوں کا اضافہ کیا ہے۔مثلاً یوم مسیح موعودؑ (23 مارچ) یوم مصلح موعودؓ 20 فروری اور یوم خلافت 27 مئی۔اگر چہ ان تقاریب کا جماعت احمدیہ کی تاریخ کے تین اہم واقعات سے تعلق ہے مگر درحقیقت یہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے تعلق رکھنے والی، حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی تین ایسی پیشگوئیاں ہیں جو بڑی شان اور صفائی سے پوری ہوئی ہیں:

1۔ مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور کی پیشگوئی

2۔ مسیح موعودؑ کی شادی اور صالح اولا دعطا ہونے کی پیشگوئی

3۔ آخرین میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے احیاء کی پیشگوئی

جماعت کی طرف سے'' دن منانے'' کا مطلب یہ ہے کہ اُس دن جلسہ منعقد کیا جائے اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور اس سے متعلق ایمان افروز پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ لازماً اُسی دن جلسے منعقد کئے جائیں۔احباب جماعت اور شرکائے مجلس کی سہولت کے پیش نظر یہ جلسے دو چار دن آگے پیچھے بھی منعقد کئے جاسکتے ہیں۔ بدعات اور بدرسوم کی بیخ کنی حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کا حصہ ہے لہٰذا ان نشستوں میں بدعات اور بدرسوم کے راہ پانے کا کوئی امکان نہیں۔عید میلا دالنبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہاں چند معروضات پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ایک تحقیق یہ ہے کہ عید میلا دمنانے کا آغاز حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً ساڑھے چھ سو سال بعد، 690ہجری (بمطابق 1291ء) میں مراکش (شمالی افریقہ) میں سلطان ابو یعقوب کے عہد حکومت میں ہوا۔ایک صدی بعد مملوک خاندان نے اسے مصر میں رواج دیا۔چند سو سال بعد خلافت مصر سے عثمانی ترکوں کو منتقل ہوئی۔عثمانی خلفاء نے 12 ربیع الاول کو مساجد میں علامہ بوصیری کے درود بُردہ کو پڑھنے کا اہتمام

کیا۔ اس دور میں میلاد کے جلوس وغیرہ نکالنے کا رواج نہ تھا۔ عین ممکن ہے کہ اس تقریب کی ابتدا کرنے والوں کی نیت نیک ہو۔ ان کا مقصد و مدعا ہو کہ حضورؐ کے ذکرِ خیر کی یاد تازہ رہے۔ سنّتِ رسولؐ پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ بیدار ہوتا رہے اور نئی نسل کو حضرت رسالت مآبؐ کی سیرتِ طیبہ کے احوال کا علم ہوتا رہے۔ اِنّما الاعمال بالنّیات۔ مگر اِنّما الاعمال بالخواتیم بھی حضور صلّی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد ہے یعنی اعمال کا اُن کے انجام اور خاتمے پر بھی انحصار ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ ایک نیا کام، رواج کِن نتائج پر ختم ہوا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعتیہ کلام خوش الحانی سے پڑھنا ایک مبارک کام ہے مگر نعتوں کو فلمی دُھنوں میں گانا اس کارِ خیر کی توہین ہے۔

بیس پچیس سال سے پاکستان میں، میلاد کی تقریبات میں وسعت آ رہی ہے۔ بعض نئے پہلو اور عناصر شامل ہو رہے ہیں۔ بسوں، ٹرکوں اور گاڑیوں پر ایستادہ ہو کر، علماء جلوسوں اور ریلیوں کی قیادت کرنے لگے ہیں۔ سڑکوں پر جگہ جگہ آرائشی محراب اور دروازے بنائے جاتے ہیں۔ مختلف مقامات پر خانہ کعبہ، گنبدِ خضرا کے ماڈل نصب کئے جاتے ہیں۔ جہاں ماڈل میسر نہ آسکیں وہاں تصاویر آویزاں کی جاتی ہیں۔ اب حضورؐ کی نعلین کا ماڈل بھی نصب کیا جانے لگا ہے۔ تلاوت اور نعت خوانی کے مقابلے بھی ترتیب دیئے جانے لگے ہیں۔ سب سے اہم کام سیرت کانفرنسوں کا انعقاد ہے جس کی طرف نسبتاً کم توجہ ہے۔ مساجد اور عمارات پر چراغاں کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ عید میلاد کا اصل پہلو تو یہ ہے کہ درود شریف سے رُوح اور جان کو منور کیا جائے۔ اور سنّتِ رسولؐ کو لائحہ عمل بنانے کا عہد کیا جائے۔

اس وقت مجھے عید میلاد کے حوالے سے سیرالیون کا ایک پرانا واقعہ یاد آ گیا ہے۔ وہاں مصری تنظیم اخوان المسلمون کی نگرانی میں چلنے والے ایک پرائمری سکول کے بچوں نے مولود النبیؐ کا جلوس نکالا۔ ان سب بچوں کو لکڑی کی بنی ہوئی چھوٹی چھوٹی تلواریں دی گئیں اور وہ تلواریں لہرا لہرا کر ''صلّی اللہ علیہ وسلم'' کا وِرد کرتے رہے۔ اُسی ملک میں ایک اور مسلم پرائمری سکول نے عید میلاد کے دن ڈرامے کے طور پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر پیش کیا۔ اس اثناء میں ایک روتا ہوا بچہ کپڑوں میں لپیٹ کر لایا گیا۔ یہ منظر مجھے سخت ناگوار گزرا۔ میرے نزدیک یہ بے ادبی اور گستاخی کی حرکت تھی۔ پاکستان میں مولود کی محفلوں میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کی حاضری کا تصور بھی اسی قسم کی جسارت ہے۔ نیت خواہ نیک ہی ہو، بات جب تعظیم اور ادب کی حدوں سے نکل جاتی ہے تو نہ صرف یہ کہ جواز کھو بیٹھتی ہے بلکہ مثبت تاثیر اور برکت سے بھی محروم ہو جاتی ہے۔ حفظِ مراتب نہ کُنی زندیقی۔

اسلامی عیدین کی خصوصیات اور مسائل

دوسرے مذاہب کے تہواروں سے، عیدین کے موازنہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عیدین کے مقابلے میں اُن کی تقاریب میں عبادت کا عنصر نسبتاً کم ہوتا ہے۔ مسرّت و شادمانی کا اہتمام، تفریح، کھانا پینا، موسیقی، رقص و سرود، میل ملاپ اور حصولِ لذّات کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ جائز خوشی اور مسرت و شادمانی کا حصول معصیت نہیں اور دونوں عیدوں پر اس کے مواقع ملتے ہیں مگر عید الفطر یا عید الاضحیہ کا نام ذہن میں آتے ہی، سب سے پہلے نمازِ عید ہی کا خیال آتا ہے۔ یوں تو سال کے 365 دنوں میں مسلم معاشرے میں پانچ نمازیں ہر دن کا لازمی حصہ ہیں مگر عید کے دن، نمازِ عید کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ یعنی عام دنوں میں پانچ نمازیں اور عید کے دن چھ نمازیں۔ کمزور لوگ ہر مذہب کے پیروؤں میں پائے جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنی غفلت اور دینی کمزوری کی وجہ سے سال بھر نماز نہیں پڑھتے، عید کی نماز پڑھنے کیلئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ عید کی نماز زوال کے وقت سے پہلے پہلے ادا کر لینی چاہیئے۔ یہ نماز انفرادی طور پر ادا نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک اجتماعی عبادت ہے۔ باجماعت ہی ادا کی جاتی ہے۔ دونوں عیدوں کی نماز ایک جیسی ہوتی ہے۔ نمازِ عید دو رکعتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ نماز کے بعد، خطبہ ہوتا ہے جو جمعہ کے خطبہ کی طرح، دو ''خطبوں'' پر مشتمل ہوتا ہے۔ خطبہ عید کے بعد اکثر اجتماعی دعا کا بھی موقع مل جاتا ہے۔ اس کے بعد لوگ عید ملتے ہیں۔ اور اسلامی اخوت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ بچوں کو رقم اور تحائف کی شکل میں ''عیدی'' ملتی ہے۔ بچوں کیلئے عیدی ملنا گویا عید کی معراج ہے۔ نمازِ عید کے بعد لوگ گھروں کو جاتے ہیں مگر مغربی ممالک میں عید مل بیٹھنے کا ایک نادر موقع ہوتا ہے۔ لوگ مسجد میں ہی رُک جاتے ہیں۔ دوپہر کا کھانا مل کر کھاتے ہیں اور دوستانہ ماحول میں دیر تک بات چیت کرتے ہیں۔ خوشی کے موقع پر اکثر غرباء اور مساکین نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ بھول چُوک بھی ہو سکتی ہے مگر اسلام نے عیدین کے مواقع پر یاد دہانی کا ایک بندوبست کیا ہوا ہے۔ عید الفطر کے موقع پر فطرہ یا فطرانہ کا نظام یعنی غرباء و مساکین کو خوشیوں میں شامل کرنے کیلئے فطرانے کی ادائیگی۔ نقد رقم یا جنس کی شکل میں۔ عید الاضحیہ کے موقع پر قربانی کے گوشت کا ایک حصہ لازماً غرباء اور مساکین تک پہنچانے کا حکم ہے۔ یہ حکم حج کے موقع پر قربان کئے جانے والے جانوروں کے حوالے سے قرآن مجید میں موجود ہے۔ وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَ (سورۃ الحج آیت 27)۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے عہدِ خلافت میں عیدین کے

مواقع پرغرباء کے گھروں میں جا کر،غریب بھائیوں اور بہنوں کی دلداری کرنے کی ایک تحریک منظم فرمائی تھی۔اس کا بہت خوشگوار اثر مترتب ہوا تھا۔بفضلہٖ تعالیٰ ہماری جماعت کے افراد مسائلِ عید سے ماشاءاللہ گہری واقفیت رکھتے ہیں۔پھر بھی افادۂ عام کیلئے بعض مسائل کا مختصر سا ذکر پیشِ خدمت ہے:

1۔نمازعید کی دو رکعتیں ہوتی ہیں۔اس نماز کی اذان اور اقامت نہیں۔البتہ اس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔بعض دوسرے فرقوں کے مسلمان،عید کی ہر رکعت میں صرف تین تین تکبیروں کا اضافہ کرتے ہیں۔صحابہ کرام سے دونوں طریق ثابت ہیں۔جماعت احمدیہ کا پہلے طریق پر عمل ہے۔

2۔سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب احادیث سے عید کی تیاری کیلئے درج ذیل مسنون کاموں کا علم ہوتا ہے۔:غسل کرنا،مسواک کرنا،اچھا لباس زیب تن کرنا،آرائش کرنا، خوشبو کا استعمال کرنا،

3۔عیدالفطر کے دن،نماز کیلئے جانے سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کھا کر جاتے۔البتہ عیدالاضحیہ کے دن عید کی نماز ادا کرنے کے بعد واپس آکر کچھ تناول فرماتے۔

4۔عید کی نماز ''عید گاہ'' میں ادا کرنی چاہیئے۔مسجد میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔امریکہ و یورپ میں مساجد ہی عید گاہوں کا قائمقام اور متبادل ہیں۔ایک دو بار بارش کی وجہ سے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں عید کی نماز مسجد نبوی میں ادا کی گئی۔

5۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نمازعید کیلئے پیدل چل کر جانے کو ترجیح دیتے اور آنے جانے کیلئے مختلف راستوں کا انتخاب فرماتے۔غالباً اس کی ایک حکمت اسلام کی ثقافتی شان وشوکت کا اظہار تھا۔دوسری حکمت یہ تھی کہ اہل ایمان کے قدموں کی برکت،اور اُن کے لبوں سے اعلانِ توحید وتکبیر سے زمین پر زیادہ سے زیادہ نزولِ رحمت ہو۔

6۔اگر عید گاہ یا مسجد کا فاصلہ زیادہ ہو تو سواری یا گاڑی استعمال کی جاسکتی ہے آتے جاتے وقت تکبیرات کا ورد باعثِ برکت ہوگا۔عیدالاضحیہ کے موقع پر عید سے قبل اور بعد میں مجموعی طور پر پانچ دنوں میں فرض نمازوں کے بعد تکبیر پڑھنے کی روایت ہے۔(9 ذوالحجہ نماز فجر سے 13 ذوالحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد)۔تکبیر کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

اللہ اکبر۔اللہ اکبر۔لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔واللہ اکبر۔اللہ اکبر وللہ الحمد۔

7۔اگر بارش،چاند نظر نہ آنے کی صورت میں یا کسی اور مشکل اور روک کی وجہ سے عیدالفطر کی نماز یکم شوال کو نہ پڑھی جاسکے تو شوال کے دوسرے دن بھی پڑھی جاسکتی ہے۔اگر یہی صورت حال 10 ذوالحجہ کو پیش آجائے تو عیدالاضحیہ کی نماز 11،12 یا 13 ذوالحجہ کو بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

8۔عیدالاضحیہ کی نماز ادا کرنے کے بعد جانور قربان کئے جاتے ہیں۔بکری۔بھیڑ۔دُنبہ۔گائے۔اونٹ وغیرہ۔بھیڑ بکری وغیرہ ایک فرد کی طرف سے قربان کی جاسکتی ہے۔لیکن گائے اور اونٹ میں سات افراد حصہ ڈال سکتے ہیں۔برصغیر پاک و ہند اور شرق اوسط میں کھلی جگہ پر، بلکہ گھروں کے اندر اور گلی کوچے میں بھی جانور قربان کئے جاسکتے ہیں مگر یورپ،امریکہ میں ان ممالک کے قوانین کے مطابق کسی Ranch یا بڑے فارم میں جا کر قربانی کی جاسکتی ہے۔ان مقامات پر جانوروں کو ذبح کرنے' کھال اتارنے' گوشت صاف کرنے حتّٰی کہ آلائشوں کو تلف کرنے کی سہولت بھی موجود ہوتی ہے۔ہمارے کئی دوست ہر سال ان سہولتوں سے استفادہ کرتے ہیں۔امسال حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امریکہ کے احباب کو اس سنت پر بطریق احسن عمل پیرا ہونے کی نصیحت فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے احباب کو اس ابراہیمی اور مصطفویٰ سنت کی برکات سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔

9۔فقہاء نے قربان کئے جانے والے جانوروں کی عمر کا ایک فارمولہ وضع کر رکھا ہے۔اونٹ 3 سال' گائے 2 سال اور بھیڑ۔بکری۔دنبہ ایک سال کا ہونا چاہیئے۔یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ قربان کیا جانے والا جانور جسمانی عیوب سے پاک ہو۔اندھا۔لنگڑا۔کانا۔کان کٹا نہ ہو اور نہ ہی بیمار،مریل،لاغر اور ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو۔

لیکن اسلام دین فطرت ہے اور سادگی اس کا حسن ہے۔اسلام یہ تقاضا نہیں کرتا کہ جانور پالنے والے ان جانوروں کو گھی،مکھن،بادام،سیب،کُشتے اور وٹامن کھلائیں اور اُن کے زیر استعمال غذائی Charts ''ریڈی ریفرنس'' کیلئے حفظ کر لیں۔اور ان جانوروں کیلئے ''مقابلہ حُسن'' کا سا اہتمام کیا جائے بلکہ خریداروں کے سامنے ان کی ''کیٹ واک'' ہو۔اسلام میں ان تکلفات کی گنجائش نہیں۔لیکن افسوس ہے کہ بعض ممالک میں یہ خرابیاں راہ پا گئی ہیں۔

ذبیح کون' اسماعیل علیہ السلام یا اسحاق علیہ السلام؟

عیدالاضحیہ کے حوالے سے،ایک ضمنی علمی سوال سامنے آتا ہے کہ قربانی کا مشہور واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کس بیٹے کو پیش آیا؟ یہود یعنی بنی اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ یہ

واقعۂ حضرت سارہ کے بطن سے پیدا ہونے والے فرزند اسحاق علیہ السلام کو پیش آیا۔ مغرب میں کتابوں کے علاوہ، فنِ مصوری کو بھی خیالات پھیلانے میں بڑا دخل ہے۔ اگر چہ مغرب کے ان استادانِ فن نے حضرت ہاجرہ کے ساتھ اسماعیل علیہ السلام کے بچپن کی تصویریں بھی بنائی ہیں مگر قربانی کے واقعہ کی سب تصاویر اسحاق علیہ السلام کے بارے میں ہیں۔ مسیحی علماء نے بھی اسی عقیدے کو اُچھالا ہے۔ حضرت مریمؑ اور یوسف نجار، دونوں ہی داؤدؑ اور سلیمانؑ کے واسطے سے اسحاقؑ کے پوتے یہودا کی نسل سے ہیں۔ حضرت عیسیٰ بن مریم کی ''صلیبی موت'' ان عیسائی منادوں کے نزدیک، اسحاق علیہ السلام کی اسی قربانی کا معنی خیز منطقی انجام ہے۔ اقبالؔ نے بھی حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے حوالے سے اسی عقیدے کے متوازی خیال پیش کیا ہے ؎

غریب وسادہ ورنگیں ہے داستانِ حرم نہایت اس کی حُسینؑ، ابتدا ہے اسماعیلؑ

یاد رہے کہ اسی وجہ سے مسیحی مناد اور عوام از راہِ عقیدت، حضرت عیسیٰؑ کیلئے ''برّہ'' (عیدِ فسح کا دُنبہ)۔۔۔Paschal Lamb کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ عیسائی اب کسی قسم کی سوختنی یا دوسری قربانی کے قائل نہیں۔ ان کے بقول، حضرت عیسیٰؑ کی ''صلیبی قربانی'' کے بعد اُنہیں کسی اور قربانی کی ضرورت نہیں۔ مندرجہ بالا نظریئے کے برعکس عام عربوں اور خاص کر اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت اسماعیلؑ سے پیش آیا۔ قرآن مجید میں سورۃ الصّٰفّٰت میں اس کا ذکر موجود ہے مگر وہاں بھی فرزندِ صالح کا نام کی تعیین کے ساتھ مذکور نہیں۔ بائبل میں اس واقعہ کا اسحاقؑ کے نام کے ساتھ ذکر ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ بائبل کی تائیدی شہادت سے اہلِ اسلام کے مسلک کی تائید ہوتی ہے

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے!

اس حوالے سے درج ذیل نکات کو پیشِ نظر رکھنے کی درخواست ہے:

1۔ یہود، حسب خواہش بائبل میں تحریف کرتے رہے ہیں۔ حضرت اسحاق کو ذبیح قرار دینا بھی ایسی ہی تحریف ہے۔ مگر اُن سے ایک بھول ہوئی۔ بائبل سے اس آیت کو نکالنا یاد نہ رہا جس میں قربان کئے جانے والے بیٹے کو ''اکلوتا'' کہا گیا ہے (پیدائش باب22 آیت16)۔ بائبل ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسحاقؑ پر ''اکلوتا'' ہونے کا اطلاق ہوتا ہی نہیں۔ حضرت اسماعیلؑ 14 سال تک حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے فرزند رہے ہیں۔ بائبل کے مطابق اسماعیل کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر 86 سال تھی۔ (پیدائش باب16 آیت16) اور اسحاقؑ کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر 100 سال تھی (پیدائش باب 21 آیت5)۔ ''اکلوتا'' ہونے کی وجہ سے اسماعیلؑ ہی ذبیح ثابت ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ اسماعیلؑ 137 سال تک زندہ رہے۔ (پیدائش باب 25 آیت 17)۔ قرآن مجید سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسماعیلؑ کی قربانی کے واقعہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو اسحاقؑ کی ولادت کی بشارت ملی، (سورۃ الصّٰفّٰت آیت 113)۔

2۔ اس صداقت کو مشتبہ کرنے کیلئے، یہود نے والدۂ اسماعیلؑ، حضرت ہاجرہؓ کی شان کم کرنے کی بھی جسارت کی ہے۔ بائبل میں اُنہیں ایک لونڈی کنیز کے طور پر پیش کیا ہے۔ حالانکہ اُن کا مصر کے خانوادۂ شاہی سے تعلق تھا۔ تنزّل کے طور پر، ایک لمحہ کیلئے اگر ہاجرہ کو کنیز مان لیا جائے تب بھی اس سے یہود کی مطلب براری نہیں ہوسکتی۔ بائبل میں بار بار اسماعیلؑ کو حضرت ابراہیم کا ''بیٹا'' قرار دیا گیا ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے تورات کی کتاب پیدائش باب17 آیات25,23اور26)۔ رسم ختنہ جو ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے دائمی عہد کی علامت ہے۔ اس میں اسماعیل بھی شامل ہے بلکہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کا ختنہ ایک ہی دن ہوا (پیدائش باب 17 آیت26) یعنی اس آسمانی عہد اور نزول برکات کے وعدے میں باپ بیٹا یکجان ہیں!! مزید برآں اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کے 12 لڑکوں کا نام لے کر اُنہیں ''قوموں کا سردار'' قرار دیا ہے (پیدائش باب25 آیات13 تا16)

3۔ اگر اسحاقؑ ہی ذبیح ہوتے تو اس حوالے سے یہود میں عیدالاضحیٰ کا تہوار اور قربانی کی رسم یا فریضہ ہوتا۔ بلکہ حج اور اس کے ارکان کا وجود پایا جاتا۔ اور اُسے ایک تاریخی تسلسل حاصل ہوتا جو یہود میں ناپید ہے مگر یہ سب کچھ عربوں میں ہزاروں سال سے چلا آرہا ہے۔ حج کے موقع پر منیٰ میں قربانی، بیت اللہ کا حرم، مقامِ ابراہیم، چاہِ زمزم، صفا اور مروہ کی سعی۔ حج کی ادائیگی تقریباً چار ہزار سال سے چلی آرہی ہے۔ اسماعیلؑ اس سچی کہانی کا ایک زندہ کردار ہے ع چمن میں ہر طرف بکھری پڑی ہے داستاں میری۔ لیکن جنابِ اسحاقؑ کے حوالے سے بائبل میں اس ''تحریف'' یا مصوروں کی خیالی تصویروں کے علاوہ اور کچھ دستیاب نہیں۔

4۔ یہود کا عقیدہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام کو حضرت ابراہیم نے یروشلم میں واقع Moriah نامی چٹان پر ذبح کر کے سوختنی قربانی دینے کی تیاری کی مگر اللہ تعالیٰ نے ایک جانور قربان کروا کر اسحاقؑ کی جان بچالی۔ (پیدائش باب22 آیات 13,2) کہا جاتا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ نے یروشلم میں ''ہیکل'' تعمیر کیا تو اُس وقت اس چٹان پر سوختنی قربانی دینے کیلئے ایک قربان گاہ تعمیر کروائی۔ ہیکل سلیمانی کی نبوکدنضر کے ہاتھوں تباہی کے بعد یہودی حکمران Herod کے زمانے میں ہیکل دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ مگر 70ء میں رومن افواج

نے پھراس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔اب فقط ایک دیوار گریہ باقی ہے (Wailing Wall) نہ کھنڈر موجود ہیں نہ عمارات نہ کوئی آثار قدیمہ جن سے اس ''قربان گاہ'' کا کچھ اتا پتا ملے!اس چٹان پر خلیفہ عبدالملک کی بنوائی ہوئی ''قُبّۃ الصخر'' کی عمارت موجود ہے۔تقریباً1300 سال سے اس عمارت کی حفاظت اور نظم ونسق اُمّتِ مسلمہ کے سپرد ہے۔صلیبی جنگوں کے زمانے میں کچھ عرصہ کیلئے اس پر عیسائی قابض ہوگئے مگر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اسے آزاد کرالیا۔2000 سال سے یہود کا اس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب،اس چٹان سے آسمانوں کی سیر کیلئے تشریف لے گئے۔اس حوالے سے وہ اس چٹان کو نہایت مقدس ومتبرک یادگار سمجھتے ہیں۔70ء کے بعد یروشلم میں موریہ کے اردگرد پھر ہیکل تعمیر کرنے کی نوبت نہیں آئی۔نہ ہی سوختنی قربانی کی قربان گاہ بنائی گئی۔بلکہ تقریباً دو ہزار سال سے ''سردار کاہن'' کا عہدہ بھی باقی نہیں۔یہ بھی ممکن ہے کہ موریہ دراصل ''مروہ'' ہو جو مکّہ میں موجود ہے۔صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں کو اللہ تعالیٰ نے ''شعائراللہ'' قرار دیا ہے۔اور یہ شعائر اسماعیلؑ کی قربان گاہ منیٰ سے چند میل کی مسافت پر خانہ کعبہ کے قریب ہی واقع ہیں۔

ضمناً عرض ہے کہ بعض مُسلم مفسرین نے جو اسرائیلیات سے مرعوب ہیں،اسحاقؑ ہی کو ذبیح قرار دیا ہے۔مگر یہ چند ایک ہیں۔مفسرین کی اکثریت اسماعیل علیہ السلام ہی کو ذبیح مانتی ہے۔Leopold Weiss نامی ایک یہودی النسل متلاشی حق پولینڈ میں پیدا ہوا' اللہ تعالیٰ نے اُسے 1926ء میں اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔اس نومسلم کا نام محمد اسد ہے۔قبولِ اسلام کے بعد اس نے سالہا سال تک عرب کے بدوؤں کے ساتھ رہ کر عربی سیکھی اور بعد میں قرآن کریم کی انگریزی تفسیر بھی لکھی۔یہ یہودی النسل مسلم سکالر، جو ایک کٹر یہودی عالم دین، ربّی (Rabbi) کا پوتا تھا، اپنی تفسیر میں حضرت اسماعیلؑ ہی کو ذبیح مانتا ہے!!(ملاحظہ فرمائیے محمد اسد کی تفسیر The Message of the Qruan صفحہ776 ناشر Oriental Press دبئی ایڈیشن2003)

قربانی کا فلسفہ

اسلام میں ہر نیک عمل،عبادت،قول حتّٰی کہ نیت کے خلوص اور صدق کا اصل جوہر تقویٰ ہے۔اگر نماز میں تقویٰ اور خشوع وخضوع نہیں تو اس خلا کو تصنع اور دکھاوا پُر کر دیتے ہیں اور نماز ''ویل'' بن جاتی ہے(سورۃ الماعون آیت5)۔اگر روزہ تقویٰ سے محروم ہے تو پھر ''فاقہ'' بن کر رہ جاتا ہے۔اگر مالی قربانی اس سے خالی ہے تو پھر ''مــنّ اور اذیٰ'' کی شکل اختیار کر لیتی ہے(سورۃ البقرۃ آیت265)۔اگر نحر یعنی جانوروں کی قربانی اس سے تہی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہی نہیں۔زمانہء جاہلیت کے عرب قربانی کا خون کعبہ کی دیواروں پر چھڑکتے تھے۔شاید اُنہوں نے یہ بات یہود سے سیکھی ہو۔اُن کیلئے حکم ہے کہ قربان گاہ پر قربان کئے جانے والے جانور کا خون چھڑکیں۔(تورات کی کتاب خروج باب29 آیات 20,17,13,12)۔شاید یہ عرب گوشت بھی ٹانکتے ہوں۔مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اعلان کر دیا ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ط(سورۃ الحج آیت 38)

''(یادرکھو) ان قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز اللہ تک نہیں پہنچتے لیکن تمہارے دل کا تقویٰ اللہ تک پہنچتا ہے۔''

قربانی کے جانور پر چُھری کا پھیرا جانا، رقصِ بسمل کا تماشا نہیں، بلکہ تصویری زبان میں عہدِ عبودیت کی ایک اہم علامت ہے۔اُس وقت متقی انسان عملاً اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہا ہوتا ہے کہ اگر میرے جسم وجان کی دین کو ضرورت پڑی تو میں بھی اس جانور کی طرح قربان ہونے کیلئے تیار رہوں گا۔یہی وجہ ہے کہ جانور کی قربانی کرتے وقت درج ذیل قرآنی الفاظ دعا میں شامل کئے جاتے ہیں:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سورۃ الانعام آیت163)

سچ تو یہ ہے کہ جان دے کر بھی عبودیت کا حق ادا نہیں ہو پاتا۔غالبؔ کا یہ شعر اسی سوچ کا آئینہ دار ہے ؎

جان دی' دی ہوئی اُسی کی تھی　　　حق تو یُوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

عیدالاضحیہ کی سچی کہانی کے تینوں کرداروں حضرت ابراہیم علیہ السلام، جناب ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ کو مکّہ کی وادی غیر ذی زرع میں اسی عبودیت اور تسلیم واطاعت کا نمونہ دکھانے کی توفیق ملی اور رہتی دنیا تک اُن کا نام اور کام اَمر ہوگیا۔پھر اس فضیلت کے کیا کہنے کہ ربّ کریم نے خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلّی اللہ علیہ وسلم کو ان مقدسّین کی نسل سے پیدا فرمایا۔آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات میں سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں' جن سے فلسفہء قربانی کے عارفانہ ادراک میں مدد ملتی ہے۔

1۔تقویٰ اور صدق کی اہمیت

''اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔وہ خالص تقویٰ کو چاہتا ہے۔جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابراہیم علیہ السلام میں سے کسی نے وراثت سے تو عزت نہیں پائی۔گو ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے والدِ ماجد عبداللہ مشرک نہ تھے لیکن اُس نے نبوت تو نہیں دی۔یہ تو فضلِ الٰہی تھا۔اُن صدقوں کے باعث جو ان کی فطرت میں تھے۔یہی فضل کے محرّک تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابوالانبیاء تھے انہوں نے اپنے صدق اور تقویٰ سے ہی بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا''

(ملفوظات جلداوّل صفحہ 37)

2۔حضرت ہاجرہؑ سے فرشتوں کی ہمکلامی کا سبب

''دیکھو ابراہیمؑ کا ابتلا کہ بچے اور اُس کی ماں کو کنعان سے بہت دُور لے جانے کا حکم ملا۔اور وہ ایسی جگہ تھی جہاں نہ دانہ تھا نہ پانی۔وہاں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے حضور عرض کی کہ اے اللہ میں اپنی ذُرّیت کو ایسی جگہ چھوڑتا ہوں جہاں دانہ پانی نہیں ہے۔حضرت سارہ کا ارادہ تھا کہ کسی طرح اسماعیلؑ مر جائے۔اس لئے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اسے کسی بے آب وگیاہ جگہ میں چھوڑ آ۔حضرت ابراہیم کو یہ بات بُری معلوم ہوئی۔مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ سارہ کہتی ہے وہی کرنا ہوگا۔اس لئے نہیں کہ خدا تعالیٰ کو سارہ کا پاس تھا۔حضرت سارہ نے اس واقعہ سے پہلے بھی ایک دفعہ حضرت ہاجرہ کو گھر سے نکالا تھا۔اس وقت بھی خدا تعالیٰ کا فرشتہ اس سے ہمکلام ہوا۔کیونکہ نبیوں کے سوا غیر انبیاء سے اللہ تعالیٰ بذریعہ فرشتہ کلام کیا کرتا ہے۔چنانچہ حضرت ہاجرہ سے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ ہوا۔''(ملفوظات جلد1صفحہ264,263)

3۔قربانی کا مفہوم

''یہ قربانیاں اس کا لُب نہیں۔پوست ہیں۔رُوح نہیں جسم ہیں۔درحقیقت اس دن (عیدالاضحیہ۔ناقل) میں بڑا سرّ یہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا آنحضرت ﷺ نے اُس کے لہلہاتے کھیت دکھائے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کیا۔اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خُدا کا ہو جائے۔''(ملفوظات جلددوم صفحہ33,32)

4۔زندگی دراز کرنے کا نسخہ

''تیس سال کے قریب گزرے کہ میں ایک بار سخت بیمار ہوا۔اور اُس وقت مجھے الہام ہوا اَمَّامَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (الرعد:18)۔اس وقت مجھے کیا معلوم تھا کہ مجھ سے خلقِ خدا کو کیا کیا فوائد پہنچنے والے ہیں۔لیکن اب ظاہر ہوا کہ ان فوائد اور منافع سے کیا مراد تھی۔

غرض جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچاوے۔جب اللہ تعالیٰ کسی دل کو ایسا پاتا ہے کہ اس نے مخلوق کی نفع رسانی کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اسے توفیق دیتا اور اس کی عمر دراز کرتا ہے۔جس قدر انسان اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کرتا ہے اور اُس کی مخلوق کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آتا ہے اُسی قدر اُس کی عمر دراز ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہوتا اور اس کی زندگی کی قدر کرتا ہے۔''(ملفوظات جلد6صفحہ91,90)

5۔حضرت مسیح موعودؑ ہمیں کس مقام پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں؟

''اسلام کا منشا ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ابراہیم بنو۔میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ولی پرست نہ بنو بلکہ ولی بنو۔پیر پرست نہ بنو بلکہ پیر بنو۔تم اُن راہوں سے آؤ بیشک وہ تنگ راہیں ہیں مگر ان میں داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے۔مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہو کر گزرنا پڑے گا۔اگر بہت بڑی گٹھری سر پر ہو تو مشکل ہے۔اگر گزرنا چاہتے ہو تو اس گٹھری کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھری ہے،پھینک دو۔ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہیئے کہ اس کو پھینک دے۔''

(ملفوظات جلد3صفحات190,189)

اللہ تعالیٰ ہمیں ضروریاتِ دین کی معرفت عطا فرمائے اور حضرت امام الزمان علیہ السلام کی ان توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے،آمین۔

شہادت حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ

(یومِ شہادت 14 جولائی 1903)

(یہ نظم حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف تذکرہ الشہادتین کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے اور آج افغانستان کی سرزمین اس سچائی کی گواہ ہے جو خدا کے ایک فرستادہ کے لبوں سے نکلی)

arshimalik50@hotmail.com

اک شجاعوں کے شجاع کا حال میں لکھتی ہوں اب
جس کو کابل میں ملیں مہدیؑ کی کچھ نادر کتب

غور سے دعویٰ پڑھا جو مہدیٔ مسعود کا
دی گواہی دل نے ہاں یہ وقت ہے موعود کا

دعویٔ مہدیؑ کو اس نے عرض قرآں پر کیا
جب ہوئی تصدیق اس کے دل کا غنچہ کھِل گیا

تھا وہ اک اہلِ فراست اور اہلِ علم تھا
تھی خدا ترسی طبیعت میں نہایت حِلم تھا

منتظر تھا وہ کسی مامور کا شام و سحر
دیں کی حالت دیکھ کر دل اس کا تھا زیر و زبر

روح اس کی مہدیٔ دوراں کی جانب کھنچ گئی
لی اجازت حج کی تا دور ہو یہ بے کلی

چل پڑا وہ قادیاں دل میں تھی اک ہلچل مچی
ہر رگ و ریشے میں تھی اس کے وفا کی سنسنی

یوں فنا تھا عشق میں مہدیؑ کے وہ مردِ جری
گویا اک شیشی تھا خالص عطر سے جو ہو بھری

نور چہرے سے عیاں تھا، نور تھا دل میں نہاں
دیں تھا دنیا پر مقدم عزم تھا مثلِ چٹاں

وہ رضا اللہ کی پانے کا بھی مشتاق تھا
جان و مال اور آبرو اس راہ میں خاشاک تھا

عزم اور ایمان میں وہ شخص تھا کوہِ گراں
راہِ حق پر گامزن تھا وہ مثالِ سالکاں

کچھ مہینے آ کے وہ مہدیؑ کے قدموں میں رہا
صحبتِ مامور پا کر خوب ایماں میں بڑھا

قربتِ مہدی کو اس نے حج پر ترجیح دی
علم کا جویاں تھا وہ ایمان ہو جس سے قوی

اور حصولِ علم و عرفاں کو مقدم کر لیا
اپنی جھولی کو معارف سے لبالب بھر لیا

الغرض حق الیقیں سے پُر ہوا وہ میہماں
تھا میسّر اس کو مہدیؑ سا خدائی میزباں

لوٹ کر اپنے وطن آخر اسے جانا ہی تھا
اور قضا و قدر نے اس طور پیش آنا ہی تھا

اس کا واحد جرم اک مامور کو تھا ماننا
''التوائے جنگ'' کے فرمان کو سچ جاننا
قید میں ڈالا گیا پھر اس کو طوقِ غرغراب
ایک من چوبیس سیر اس کے وزن کا تھا حساب
نعمت و آرام کا عادی رہا تھا عمر بھر
قید میں ایسی پڑا جو تھی بہت ہی سخت تر
''قادیانی'' کا کرو انکار یہ اصرار تھا
اس کی جانب سے مگر انکار ہی انکار تھا
استقامت اور استقلال میں تھا بے مثال
اک جلیل القدر انساں تھا وہ مردِ باکمال
عالم و فاضل تھا وہ گویا تھا مثلِ آفتاب
سارے کابل میں نہیں تھا کوئی بھی اس کا جواب
یہ بھی کہتا تھا کہ کابل پر جہل کا راج ہے
یہ زمیں کابل کی میرے خون کی محتاج ہے
مفتیانِ سُو سے اس کی بحث کروائی گئی
بات مجمع کو مگر کوئی نہ بتلائی گئی
گفتگو جو کچھ بھی تھی تحریر میں ہوتی رہی
اور عوام الناس کو اس کی بھنک بھی نہ پڑی
آخرش پھر کفر کے فتوے کی نوبت آگئی
ظلم پر ہر مولوی نے تھی کمر باندھی ہوئی
توبہ کرنے کے لئے پھر شاہِ کابل نے کہا
فیصلہ وہ جان دینے کا تھا لیکن کر چکا
سر کو دینے کے لئے اک غیب سے اصرار تھا
وہ پہلواں صدقِ دل سے ہر گھڑی تیار تھا
پیش کر دی نقدِ جاں تصدیقِ مہدیؑ کے لئے
رہ نہیں سکتا تھا وہ جامِ شہادت بن پیئے

ظلم کے فتوے میں ان مُلّاؤں نے یہ بھی لکھا
ایسے کافر کے لئے ہے سنگساری ہی سزا
ناک کو چھیدا گیا رسہ وہاں ڈالا گیا
کھینچ کر پھر جانبِ مقتل اسے لایا گیا
گالیاں دیتی ہنسی کرتی رہی مخلوق سب
اک تماشا بن گیا مردِ جری عالی نسب
ایک میداں میں کمر تک پھر اسے گاڑا گیا
جانبِ قاضی سے سنگِ اوّلیں مارا گیا
اس قدر وہ زخمِ کاری تھا کہ گردن جُھک گئی
ایک لمحے کے لئے تو نبضِ گیتی رُک گئی
بعد اس کے شاہِ کابل کا بھی اک پتھر چلا
مستقل پھر چل پڑا یہ پتھروں کا سلسلہ
اس قدر پتھر پڑے کہ ڈھیر سا اک لگ گیا
لاجرم تاریخ میں وہ روز تھا روزِ سیاہ
حلم میں اکسیرِ احمر کے تھا یہ مردِ حنیف
ایک شہزادہ کہ جس کا نام تھا عبداللطیف
بھول سکتی ہی نہیں کابل کی اس کو سر زمیں
راہِ حق کا شیر تھا وہ آفریں صد آفریں
رنگ خوں سے بھر گیا تاریخ کے اوراق میں
اُس کے چرچے گونجتے ہیں آج ہفت افلاک میں
گِر گئی اللہ کی نظروں سے کابل کی زمیں
آج تک منہ امن کا اس ملک نے دیکھا نہیں
خونِ انسانی سے تر ہے ملکِ افغانستاں
ہر گلی کوچہ ہے اس بستی کا عبرت کا نشاں
مُنہ سے جو مہدیؑ کے نکلا حرفِ حق پورا ہوا
مشرق و مغرب ہیں اس سچائی کے عرشی گواہ

عزیزم ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی شہید کی یاد میں

زبیدہ نعیم، ہیوسٹن امریکہ

8 ستمبر 2008 کو میرا پیارا داماد عزیزم ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی شہید اللہ تعالیٰ کا پیارا، خلیفہء وقت کے ہر حکم پر لبیک کہنے والا، خدمت دین، خدمتِ خلق بجالاتے ہوئے روزہ کی حالت میں شہادت کا درجہ پا کر اللہ تعالیٰ کا پیارا اور قرب حاصل کر گیا، اِنَّـا لِـلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِـعُوْنَ۔ اُس نے اپنی جماعتی ذمہ داریوں اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کو بہت خوش اسلوبی سے نبایا۔ مخالفتوں کے باوجود حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بہت احسن طریق سے نبایا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور اُس کو جوارِ رحمت میں جگہ دے، آمین۔

عزیزم کی شہادت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اُس سے ہم سب کو بہت صبر اور سکون حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ خلیفہء وقت کا سایہ تادیر ہم سب پر سلامت رکھے، آمین۔ عزیزم کی والدہ آپا سلیمہ اور میری بیٹی امتہ الشافی اور بچوں کو حضور نے بڑی تسلی دی۔ پیاری آپا نے جو میری رشتہ کی خالہ اور بڑی نند بھی ہیں' بڑے صبر کا مظاہرہ کیا۔ ہم سب کو رونے سے روکا۔ سب کو صبر کی تلقین کرتیں۔ اُن کا شفیق وجود سب کیلئے باعثِ رحمت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں شہید کی والدہ ہونے کا اعزاز دیا۔ خالو جان ڈاکٹر عبدالرحمٰن صدیقی صاحب چالیس سال میر پور ضلع کے امیر رہے۔ آپا سلیمہ کو 37 سال تک لجنہ کے کاموں اور خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ماں باپ کی دین کی خدمت اور دعائیں رنگ لائیں۔ بیٹے کی نیک تربیت کر کے اُسے ایک عظیم انسان بنایا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روزہ کی حالت میں شہادت کا درجہ حاصل کر لیا، الحمدللہ۔ اُس کا بچپن بھی دیکھا اور جوانی بھی۔ ایک خوبصورت اور خوب سیرت جوان خوش خلق۔ ہر ایک غریب و امیر کا ہر دل عزیز۔ اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، آمین۔ شہادت کے بعد خطبہ جمعہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شہداء کے بارے میں خوشخبریاں سنائیں جو ہمارے حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی کتابوں میں درج ہیں تو مجھے اپنا کافی عرصہ پہلے دیکھا ہوا خواب یاد آیا۔ جس کا تعلق عزیزم منان صدیقی شہید سے ہے۔ 1981ء میں حج ادا کرنے کے موقع پر رَش کی وجہ سے میں حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے بہت دعا کی کہ اللہ مجھے عمرہ کی بھی توفیق دے تا کہ میں حجرِ اسود کو بوسہ دے سکوں۔

اُنہی دنوں میں نے خواب دیکھا کہ آنحضرت ؐ کے حجرہ کے ساتھ ایک چھوٹی مسجد ہے پرانے زمانے کی طرح وہاں پر موٹی سی چٹائی بچھی ہوئی ہے۔ حجرۂ مبارک کا دروازہ بھی پرانے زمانے کا ہے۔ میں مسجد میں داخل ہوتی ہوں اور کہتی ہوں سبحان اللہ ایسی مقدس جگہ پر پہنچ گئی ہوں مجھے یہاں کا تبرک لے جانا چاہیئے۔ چاروں طرف دیکھتی ہوں مجھے سوائے موٹی چٹائی کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے سوچا چٹائی کا تھوڑا سا حصہ توڑ کر تبرک کے طور پر رکھ لیتی ہوں۔ میں نے چٹائی کا کونہ توڑ کر اپنے ساتھ رکھ لیا۔ ایسے میں ایک ماشکی، مشک لئے اندر داخل ہوتا ہے۔ اُس نے ٹوٹی ہوئی چٹائی پر مشک سے پانی ڈالا۔ چٹائی جڑ گئی۔ میں بہت خوش ہوئی کہ چٹائی بھی جُڑ گئی اور مجھے تبرک بھی حاصل ہو گیا۔ دروازہ کھلا ہے دیکھتی ہوں کہ سفید پگڑیوں والے لوگ احمدی معلوم ہوتے ہیں۔ وضو کر رہے ہیں اور اندر آنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ احمدی اس لئے سمجھتی ہوں کہ اس سے پہلے ایک خواب میں مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کو اُسی جگہ حوض کے کنارے پر لیٹے دیکھا تھا۔ سفید پگڑی اور کالی اچکن پہنی ہے اور پاس چھڑی رکھی ہے میں پاس جا کر دیکھتی ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ ہیں جیسے انتظار میں لیٹے ہیں اندر جانے کیلئے میں جلدی سے مسجد سے باہر آ جاتی ہوں۔ باہر ایک دربان کھڑا ہے۔ میں اُس کو کچھ پیسے دیتی ہوں اور کہتی ہوں کہ دیکھو منان یہاں آ گئے ہیں۔ انکی یہاں رہائش ہے ان کا خیال رکھنا۔ اس خواب کے دو تبرکات تو یہ حاصل ہوئے کہ اس عاجز و ناچیز کو دوبارہ عمرہ پر جانے کا موقعہ ملا۔ اس موقعہ پر حجرِ اسود کو چومنے کا موقعہ ملا۔ ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کرنے اور روضہ مبارک کے قریب کھڑے ہو کر حضرت میر محمد اسماعیلؓ کی نعت ''بہ درگاہِ ذیشان خیر الانام۔۔'' پڑھنے کا موقعہ ملا۔

اس خواب کے دوسرے حصے میں میرے عظیم داماد عبدالمنان صدیقی شہید کی شہادت اور خدا کے حکم سے بلند درجات کی طرف اشارہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی قربانی کو قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی امتہ الشافی کو شہید کی بیوہ ہونے کا اعزاز عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ سب لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، اُن کے بچوں کا کفیل ہو، آمین۔

اُسی پہ اے دل تُو جاں فدا کر　　بلانے والا ہے سب سے پیارا

☆......☆......☆......☆